حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی

ناشر
مکتبہ دار العلوم دیوبند

مقدمہ طبع اوّل

کل کی بات ہے کہ علماء پر اتہام تھا کہ تکفیر کی گرم بازاری انھیں کے دم قدم سے ہے. لیکن آج علامہ مودودی کا سیلاب تکفیر ہے کہ پچانوے فیصدی سے زائد مسلمانوں کا احاطہ کرچکا ہے اور خوف ہے کہ اس سے بھی متجاوز ہو جائے. ان کے نزدیک فرضیۃ قطعیۃ کا انکار خروج از اسلام کے لئے شرط نہیں ہے. بلکہ ترکِ فرض ہی کفر ہے اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں خال خال مسلمان ہی دائرۂ اسلام میں داخل رہ سکیں گے.

حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی عمّت فیوضہم نے اس مسئلے کی تحقیق فرمائی ہے اور دلائل شرعیہ سے ثابت کیا ہے کہ اس حکم مذکور کو سلف میں سے کسی کی بھی تائید حاصل نہیں ہے.

میں ادارۂ نشر و اشاعت کی جانب سے اس رسالہ کو شائع کرنے کا فخر حاصل کر رہا ہوں. امید ہے کہ یہ رسالہ عوام اور خواص دونوں کے لئے مفید اور سبب ہدایت ہوگا. واللہ الموفق

(حضرت مولانا) محمد اعزاز علی غفرلہٗ امروہی

دارالعلوم دیوبند ۱۵ محرم ۱۳۷۱ھ.

مقدمہ طبع دوم

ترجمان القرآن جلد ۸ ۳ عدد ۱ بابت ماہ رجب و شعبان ۱۳۶۱ھ
۱۱ھ سے چند سوالات و جوابات شروع ہوئے ہیں، سوال کرنیوالے
حضرات کے نام نہیں معلوم ہو سکے، البتہ جواب دینے والے مولانا ابوالاعلیٰ
صاحب مودودی ہیں۔

سائل نے پہلے حضرت مولانا مولوی کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم
دہلی سے دریافت فرمایا تھا کہ "مولانا مولوی سید ابوالاعلیٰ مودودی
صاحب کا اتباع جائز ہے یا نہیں" وہاں سے جواب آیا کہ :-

"مولانا مولوی سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کسی بھی امام
کے قائل نہیں ہیں، آزاد خیال آدمی ہیں، اسلئے ان کا
اتباع شرعاً ناجائز ہے"

سائل نے یہ جواب مولانا مودودی صاحب کی خدمت میں روانہ کر کے
اس پر اظہار خیال کی فرمائش کی تھی۔

مولانا مودودی صاحب نے حسب ذیل جواب تحریر فرمایا ہے :-
"میں حیران ہوں کہ جن لوگوں نے مولانا کفایت اللہ صاحب سے

یہ سوال کیا تھا انھوں نے یہ کیوں نہ سوچا کہ یہی مولانا کفایت اللہ صاحب تیس سال سے گاندھی اور نہرو کا اتباع فرما رہے ہیں اور آج بھی انھوں نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ مسلمانوں کو کانگریس کے حق میں ووٹ دینا چاہیئے۔ کیا کانگریس کسی امام کی قائل ہے؟ بلکہ کیا کانگریس خدا اور رسول کو بھی مانتی ہے؟ پھر جو عالم دین کانگریس کے معاملہ میں تو اماموں کو ماننے یا نہ ماننے کا لحاظ نہ کرے مگر جماعت اسلامی کے معاملہ میں اسے امام یاد آنے لگیں۔ کیا وہ اس قابل بھی ہے کہ اس کے فتوے کا لحاظ کیا جاوے؟ (ترجمان القرآن)

اولاً سائل کے سوال پر غور فرمائیے۔ وہ یہ نہیں پوچھتا کہ اگر میں بیمار ہو جاؤں اور کسی مشہور ڈاکٹر کی طرف رجوع کروں۔ اگر کوئی مجرب نسخہ لکھدے تو اس نسخہ کے استعمال کرنے میں ڈاکٹر کا اتباع جائز ہے یا ناجائز؟ وہ یہ سوال نہیں کرتا کہ اگر میں کسی مقدمہ میں ماخوذ ہو جاؤں اور کسی وکیل سے مشورہ کی ضرورت پیش آئے تو اس وکیل کا اتباع جائز ہے یا ناجائز؟ وہ یہ نہیں دریافت کرتا کہ اگر میں کسی مسلم یا غیر مسلم کے یہاں ملازم ہو جاؤں تو اس کے احکام کی پیروی یعنی اس کا اتباع جائز ہے یا ناجائز؟ وہ یہ سوال نہیں کرتا کہ اگر مجھے کوئی رسالہ نکالنا ہے تو پریس ایکٹ سے محفوظ

رہنے کیلئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور دیگر محکام متعلقہ کا احکام کی پابندی یعنی ان کا اتباع جائز ہے یا ناجائز؟ وہ یہ نہیں دریافت کرتا کہ کسی سالہ کے لئے رجسٹرڈ نمبر حاصل کرنے میں پوسٹماسٹر جنرل کے احکام کا اتباع جائز ہے یا ناجائز؟ کیونکہ ایسی تمام چیزوں میں ہر شخص خواہ وہ جماعتِ اسلامی سے متعلق ہو یا کسی دوسری جماعت سے اتباع کو جائز ہی نہیں بلکہ فرض سمجھتا ہے۔ اور یہ سمجھنا کچھ خدا کے خوف سے نہیں ہوتا بلکہ حکومت کے خوف سے ہوتا ہے۔ جو شخص اتباع نہ کرے گا سزا یاب ہوگا۔

لہٰذا اتباع سے سائل کی مراد اُن شرعی مسائل میں اتباع ہے جنمیں اختلاف کی گنجائش ہے۔ اور جن کے بارے میں قرآن وسنت اور اجماع میں کسی جزئیہ کے مذکور نہ ہونے کی وجہ سے مجتہد کو اجتہاد کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ورنہ متفق علیہ مسائل میں کسی شخص کے اتباع کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یعنی سائل کے سوال کرنے کا منشا یہ ہے کہ میں شرعی مسائل میں ائمہ مجتہدین کے اجتہاد کو تسلیم کروں یا انکے مقابلہ میں مولانا مولوی سید ابو الاعلیٰ صاحب مودودی کے اجتہاد کو مانوں۔

مثال کے طور پر ایک شخص نے تکبیر پڑھ کر بندوق چلائی، شکار بغیر ذبح کیے مر گیا تو اس کا کھانا حرام ہے یا حلال؟ -

یا ایک حجازی مسلمان کی شادی ایک ہندوستانی لڑکی سے ہو سکتی ہے یا نہیں؟

سائل کا منشا یہ دریافت کرنا ہے کہ ایسے مسائل میں ائمہ مجتہدین کا اتباع کروں یا مولانا مولوی سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کا۔

حضرت مولانا مولوی کفایت اللہ صاحب مفتیٔ اعظم دہلی نے اتباع کے اسی اصطلاحی معنی کو پیش نظر رکھ کر جواب دیا ہے کہ:-

(۱) چونکہ مولانا مودودی صاحب کسی بھی امام کے قائل نہیں ہیں۔

(۲) چونکہ مولانا مودودی صاحب آزاد خیال آدمی ہیں۔

(۳) اس لئے ان کا اتباع شرعاً ناجائز ہے۔

مولانا مودودی صاحب کی دو حیثیتیں ہو سکتی تھیں۔

(۱) یا تو وہ متفق علیہ مجتہد ہوں (۲) ورنہ کسی مجتہد کا اتباع کرتے ہوں۔ پہلی صورت کے حصول کے متعلق موصوف نے بڑی بڑی کاوشیں کی ہیں جنکا تفصیلی بیان آپ "مودودی مذہب" حصہ اول میں دیکھ سکتے ہیں مگر ان کا مجتہد ہونا ابتک مابہ النزاع ہے۔ سوائے انکی اندھی تقلید کرنیوالوں کے اور کوئی بھی موصوف کے اجتہاد کا قائل نہیں ہے۔

دوسری صورت کے متعلق وہ خود بصراحت فرماتے ہیں کہ:-

"جس مسئلہ میں مجھے تحقیق کا موقع ملتا ہے اسمیں اگر کسی ایک

امام کی پیروی نہیں کرتا بلکہ چاروں اماموں کے مذہب پر
نظر ڈالتا ہوں اور جس کی تحقیق کو قرآن و حدیث کی منشا سے
زیادہ قریب پاتا ہوں اس کی پیروی کرتا ہوں "
(ترجمان القرآن رجب و شعبان ۱۳۶۷ھ ص۱۱)

یہ اجماع کے خلاف ہے اور اس کو اتباعِ نفس کہا گیا ہے۔
جب یہ دونوں حیثیتیں مودودی صاحب میں موجود نہیں ہیں، تو
مفتی اعظم دہلی نے کون سے جرم کا ارتکاب کر دیا اگر یہ فتویٰ دیدیا کہ شرعی
اصطلاح میں اتباع کے جو معنی ہیں ان کے اعتبار سے مودودی صاحب کا
اتباع ناجائز ہے۔
لیکن حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کا یہ فرمان علامہ مودودی
صاحب کو بہت شاق گذرا اور موصوف کو اس قدر غصہ آیا کہ نہ اپنا مرتبہ یاد
رہا اور نہ مفتی اعظم صاحب کی حیثیت ذہن میں رہی۔ یہی نہیں بلکہ اتباع کے لغوی
معنی اور اصطلاحی معنی میں تمیز کرنے کی اہلیت بھی تھوڑی دیر کیلئے سلب
ہو گئی۔ جیسے بقول مودودی صاحب مرتکب کبیرہ کا ایمان بوقتِ ارتکاب
نکل جاتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

" میں حیران ہوں کہ جن لوگوں نے مولانا کفایت اللہ صاحب سے
یہ سوال کیا تھا انھوں نے یہ کیوں نہ سوچا کہ یہی مولانا کفایت اللہ

صاحب تیس سال سے گاندھی اور نہرو کا اتباع فرما رہے ہیں ۔"
دیکھا آپ نے لفظ "اتباع" سے کس قدر فائدہ اٹھایا ہے ۔ ع

شاید اسی کا نام ہو تلبیس شیفتہ
(شیفتہ مرحوم سے معافی کے ساتھ)

اتباع کے لغوی معنی ہیں پیچھے چلنا ۔ چنانچہ اگر کوئی بھولا بھٹکا مسافر کسی شخص سے اپنی منزل کے بارے میں دریافت کرتا ہے اور وہ شخص اسکی رہبری کرتا ہے تو کہا جائے گا کہ مسافر نے راہبر کا اتباع کیا ۔

اگر کوئی مسافر ریلوے ٹرین پر سوار ہے تو کہا جائے گا کہ وہ ریلوے گارڈ اور ریلوے انجن ڈرائیور کا اتباع کر رہا ہے ۔ اگر کوئی مریض کسی ڈاکٹر سے مشورہ طلب کرے ، اس کا نسخہ کا استعمال کرے اور اسکے بتائے ہوئے پرہیز پر عمل کرے تو کہا جائیگا کہ مریض نے ڈاکٹر کا اتباع کیا ہے ۔

لیکن لفظ "اتباع" اصطلاحی معنیٰ میں بھی مستعمل ہے ۔

اصطلاح دینیات میں کسی پیغمبر کی تعلیم پر چلنے یا کسی مجتہد کے اجتہاد کو قبول کرنے کو لفظ "اتباع" سے تعبیر کیا جاتا ہے مثلاً مسلمانوں کے بارے میں یہ کہا جائیگا کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے ہیں حنفیوں کے لئے یہ کہا جائے گا کہ یہ فقہی مسائل میں امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا اتباع کرتے ہیں ۔

شرعی اتباع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع تو فرض ہے۔
أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول واولی الامر منکم (دیکھو ایضاح الادلہ)
(اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے امیر کی اطاعت کرو)
اور ائمہ مجتہدین کا اتباع واجب ہے۔ اس پر اجماع ہو چکا ہے۔
اور لغوی اتباع کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں، خواہ اتباع کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ اور نہ اس اتباع میں شرع نے مسلم یا غیر مسلم مجتہد یا غیر مجتہد کی کوئی قید لگائی ہے۔

مذکورۂ بالا سوال میں سائل نے اتباعِ شرعی کے بارے میں سوال کیا تھا اور حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب مفتیٔ اعظم نے جواب بھی اسی شرعی اتباع کو پیشِ نظر رکھ کر مرحمت فرمایا تھا۔ فتوے میں جو لفظ اتباع کا ہے اس سے مراد شرعی اتباع ہے۔ اور مولانا مودودی صاحب نے مولانا کفایت اللہ صاحب مفتیٔ اعظم پر گاندھی اور نہرو کے اتباع کا جو الزام عائد فرمایا ہے وہ لغوی اتباع ہے (اگرچہ لغوی اعتبار سے بھی وہ ان دونوں کے متبع نہیں تھے اور نہ اکابر جمعیۃ العلماء میں سے کوئی متبع تھا بلکہ خود جمعیۃ العلماء نے قرآن و حدیث کی روشنی میں مستقل طور پر اپنی صوابدید کے مطابق جنگ آزادی میں حصہ لیا تھا) دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے اور دونوں کے احکام بالکل جدا جدا ہیں۔ مگر بُرا ہو ایسی ذہانت کا یہ کمبخت بھی جب صحیح

راستہ سے بھٹک جاتی ہے تو انسان کو کہیں سے کہیں پہونچا دیتی ہے۔

بھلا مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی جیسے صاحب فہم کے متعلق کوئی یہ گمان کرسکتا تھا کہ وہ اس قسم کی تلبیس کے مرتکب ہوسکتے ہیں مگر جذبۂ غیظ وانتقام (جس کا انتساب مولانا صدرالدین صاحب اصلاحی نے حضرت صدیق اکبرؓ کی جانب فرمایا ہے دیکھو ترجمان القرآن ج ۱۲۔ عدد ۴ ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ صفحہ ۳ وسطر ۳) جب ذہن آدمی کے اندر پیدا ہوجائے تو اس سے بڑی بڑی غلطیوں کا ارتکاب ہوسکتا ہے۔

چنانچہ اس جواب کے بعد صفحہ ۱۲ پر بندوق کے شکار کے بارہ میں جو فتویٰ صادر فرمایا ہے وہ ملاحظہ ہو:-

سائل نے سوال کیا تھا کہ "تکبیر پڑھ کر بندوق چلانے سے شکار اگر بغیر حلال کئے مرجائے تو وہ حلال ہے یا حرام" جواب میں فرماتے ہیں:-

"تکبیر پڑھ کر بندوق چلانے سے شکار اگر بغیر ذبح کئے مرجائے تو میرے نزدیک حلال ہے۔ میں اسے تیر پر قیاس کرتا ہوں۔ لیکن علماء کو اس سے اختلاف ہے۔ کیونکہ وہ بندوق کی گولی کو غلیل کے غلّہ پر قیاس کرتے ہیں عملاً میں خود بھی ایسے جانور کے کھانے سے پرہیز کرتا ہوں"

مفتی کا فرض یہ ہوتا ہے کہ فتویٰ دیتے وقت اس کا خیال رکھے کہ اس

فتوئ سے کوئی فتنہ عام نہ اٹھ کھڑا ہو۔ مگر علامہ مودودی صاحب نے یہ فتویٰ صادر کرنے میں اس کا کوئی لحاظ نہیں فرمایا۔ یہ اقرار کرتے ہوئے کہ علماء کرام میں اختلاف ہے، کیونکہ وہ بندوق کی گولی کو غلیل کے غلہ پر قیاس کرتے ہیں۔ ایسی کونسی شدید ضرورت لاحق ہوئی تھی جس کی بناء پر جمہور علماء کے خلاف صف آرائی کی ضرورت پیش آئی۔ اور مقیس و مقیس علیہ میں ادنیٰ مناسبت بھی نہ ہونے کے باوجود آپ نے فرما دیا کہ میں اسے تیر پر قیاس کرتا ہوں۔"

ہر عالم و غیر عالم سوچے کہ بندوق کی گولی و تیر میں کیا مناسبت ہے تیر نوکدار اور دھار دار آلہ ہے جو بغیر کمان کے ...... بھی کسی جانور کے چبھو دیا جائے تو زخم کرتا ہوا جسم کے دوسری جانب نکل جائے۔ اسکے برعکس بندوق کی گولی کا حال یہ ہے کہ وہ گول ہے اور اگر آپ اسے ہاتھ میں لیکر اس سے کسی جانور کو ماریں تو وہ شور کرتا ہوا بھاگ تو جائیگا لیکن اس کی جلد پر زخم تو کجا سطح جلد پر خراش تک نہ آئے گی۔

ہاں اگر مناسبت ہے تو اس باب میں ضرور ہے کہ جس طرح تیر جسم میں داخل ہو کر زخم کر دیتا ہے اور جسم سے خون بہنے لگتا ہے، اسی طرح بندوق کی گولی بھی جب پوری قوت کے ساتھ جسم کی جلد سے ٹکراتی ہے تو اپنی دھار سے نہیں بلکہ بارود کی قوت کی وجہ سے جو اس گولی میں منتقل ہو گئی ہے جسم کے اندر پیوست ہو جاتی ہے اور کچھ خون بہنے کا باعث ہوتی ہے۔

اگر یہ مناسبت کافی ہے تو ٹھیک اسی قسم کی مناسبت غلیل کے غلّے اور تیر میں بھی پائی جاتی ہے۔ اگر غلیل کے غلّے سے کسی چھوٹے جانور یا پرند کا شکار کیا جائے تو یہ بھی زخم کر دیتا ہے۔ اور خون بہنے کا باعث ہوتا ہے پھر غلہ کو تیر پر کیوں قیاس نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ تیر کے بارے میں بھی جمہور علماء کی یہ تصریح ہے کہ " اگر تیر اپنی نوک کی جانب سے لگتا ہے تو شکار بغیر ذبح کئے ہوئے حلال ہے اور اگر نوک کی جانب سے نہیں ! بلکہ دستہ کی جانب سے اس طرح لگتا ہے جیسے کسی نے لکڑی ماری ہو تو خواہ خون بھی بہے مگر شکار بغیر ذبح کئے ہوئے حلال نہ ہوگا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ حلت کی اصل وجہ اراقتِ دَم (خون کا بہنا) ہے نہ کہ اماتت (ہلاک کر دینا) مگر مودودی صاحب حلّت کی اصل وجہ اماتت (ہلاک کر دینا) سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بندوق کی گولی کو تیر پر قیاس کرتے ہیں، ورنہ بندوق کی گولی اور تیر میں اماتت (ہلاک کر دینے) کے علاوہ اور کوئی مناسبت ہے ہی نہیں۔ اگر ہو تو مودودی صاحب ظاہر فرما کر ممنون فرمائیں۔ صرف یہ کہہ دینا کہ میں بندوق کی گولی کو تیر پر قیاس کرتا ہوں اور وجہِ قیاس نہ بیان کرنا سخت تلبیس ہے۔ اسی قسم کی متعدد تلبیسات مودودی صاحب کے یہاں ملتی ہیں جو قرآن وحدیث کا صحیح مفہوم نہ سمجھنے کی وجہ سے سرزد ہوئی ہیں۔ ان تلبیسات

میں سب سے زیادہ مہلک اور مسلمانوں کے ذہن کو تباہ کرنیوالی وہ تلبیس ہے جو ایمان و عمل میں تعلق کے بارے میں موصوف سے سرزد ہوئی ہے جس کے جواب میں پیشِ نظر رسالہ حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا تھا۔ اس رسالہ پر مولانا مودودی صاحب نے کچھ اعتراضات فرمائے تھے۔ اس دوسرے ایڈیشن میں ان تمام اعتراضات کے جوابات بھی حضرت مولانا مدنی قدس سرہٗ نے اپنے ہی قلم سے تحریر فرمائے ہیں۔ جوابات دیکھنے کے بعد مودودی صاحب کے اعتراضات کی حیثیت بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ قرآن و حدیث کے معنٰی خود گھڑنے سے انسان کس حد تک غلطیاں کر سکتا ہے۔ قرآنی آیات اور احادیث کے مفہوم کو توڑ مروڑ کر مودودی صاحب نے یہ ثابت کیا تھا کہ جو لوگ باوجود استطاعت حج نہیں کرتے اور زکوٰۃ نہیں ادا کرتے وہ ہرگز مسلمان نہیں ہیں۔ چونکہ یہ عقیدہ خوارج اور معتزلہ کا ہے اور مولانا مودودی صاحب حنفیت کے مدعی ہیں اس لئے اس کا خطرہ تھا کہ مسلکِ حنفیہ میں کہیں یہ غلط عقیدہ نہ داخل ہو جائے چنانچہ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ نے اسکی تردید میں یہ رسالہ تحریر فرمایا تھا۔ مگر مولانا مودودی صاحب کو یہ چیز بہت گراں گذری اور موصوف نے بغیر سوچے سمجھے کچھ اعتراضات اس پر فرما دیئے۔

پیشِ نظر رسالہ میں پہلے رسالہ کا دوسرا ایڈیشن اور ان اعتراضات
کے جوابات شامل ہیں جو پہلے ایڈیشن پر کئے گئے ہیں ۔

عزیز احمد قاسمی
بی ، اے جامعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

مودودی جماعت اعمال میں کوتاہی کرنیوالے (حج اور زکوٰۃ، نماز، روزہ کے تارکین) مسلمانوں کو قطعی بے ایمان اور کافر قرار دیتی ہے، ان کے نماز، روزہ اور ایمان کی شہادت کو بیکار اور غیر معتبر کہتی ہے۔ ان کے دعویٰ ایمان کو جھوٹا سمجھتی ہے۔ اور ناواقف مسلمانوں کو خارجی اور معتزلی بناتی اور دائرۂ حق سے نکال کر گمراہ کرتی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ امابعد:
تمام اہل سنت والجماعت مسلمان ہمیشہ سے اس پر متفق ہیں کہ جو شخص کلمۂ طیبہ (اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ) صدق دل سے کہے اس کا ایمان اجمالی اور اسلام متحقق ہو جاتا ہے، اور جو شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلائی ہوئی تمام یقینی باتوں (وحدانیت، رسالت، ملائکہ، کتابہائے خداوندیہ، قیامت، تقدیر، ختم نبوت وغیرہ قطعیات) کو دل سے مان لے اور اقرار کرلے اس کا تفصیلی ایمان متحقق ہو جاتا ہے۔ اور وہ مسلمان اور ملت اسلامیہ کا فرد بنجاتا ہے۔ اعمال میں کوتاہی سے یہ ایمان واسلام زائل نہیں ہوتا۔

اعمالِ ضروریہ کی کوتاہی سے صرف فسق آتا ہے کفر نہیں آتا۔ ہاں اگر امورِ ایمانیہ کا انکار اور جحود پایا جائے تب بیشک استحقاقِ کفر ہوتا ہے۔ اعمال خواہ کسی درجہ کے ہوں ان کا ترک کرنیوالا کافر نہیں ہوتا۔ البتہ گمراہ فرقے خوارج معتزلہ وغیرہ کا مذہب یہ ہیکہ اعمالِ فرضیہ کے ترک کرنے سے یا کبیرہ گناہ کے مرتکب ہونے سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے۔ آج ہندوستان بھر میں مودودی صاحب اور انکی جماعت بھی یہی عقیدہ رکھتی ہے اور اسی کی تعلیم اور تلقین کرتی ہے۔ چنانچہ مودودی صاحب اپنے رسالہ حقیقتِ حج میں زیرِ عنوان "حج کی تاریخ ما بعد" فرماتے ہیں۔ نیز ان چھوٹے رسالوں کے خطبات میں بھی یہ عبارتیں موجود ہیں۔ اور انھیں سے یہ مضامین اور عبارتیں چھوٹے چھوٹے رسالوں کی صورت میں شائع کئے گئے ہیں۔

رہے وہ لوگ جن کو عمر بھر کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ حج بھی کوئی فرض ان کے ذمہ ہے۔ دنیا بھر کے سفر کرتے رہتے ہیں۔ کچھ یورپ کو آتے جاتے حجاز کے ساحل سے بھی گذر جاتے ہیں۔ جہاں سے مکہ صرف چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے اور پھر بھی حج کا ارادہ تک ان کے دل میں نہیں گذرتا۔ تو وہ قطعًا مسلمان نہیں ہیں۔ جھوٹ کہتے ہیں

اگر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور قرآن سے جاہل ہے
جو انھیں مسلمان سمجھتا ہے۔" (خطبات ص۱۸)

نیز رسالہ حقیقتِ زکوٰۃ میں زیرِ عنوان "زکوٰۃ کی اہمیت" فرماتے ہیں:۔

"اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے بغیر نماز روزہ اور ایمان کی
شہادت سب بیکار ہیں۔ کسی کا بھی اعتبار نہیں کیا جاسکتا"
(خطبات ص۱۹۰ شائع کردہ مکتبۂ جماعتِ اسلامی گوشہ محل حیدرآباد دکن)

پھر لکھتے ہیں:۔

"اِن دو ارکانِ اسلام (نماز، روزہ) سے جو لوگ روگردانی
کریں اُن کا دعویٰ ایمان ہی جھوٹا ہے۔" (خطبات ص۔)

پھر فرماتے ہیں:۔

"قرآن کی رُو سے کلمۂ طیبہ کا اقرار بھی بے معنیٰ ہے۔ اگر آدمی
اس کے ثبوت میں نماز اور زکوٰۃ کا پابند نہ ہو" (خطبات ص۱۳۳)

مذکورۂ بالا تصریحات پر غور فرمائیے۔ پاکستان اور ہندوستان کے وہ
تمام سربرآوردہ مسلمان لیڈر جو کہ برسرِ اقتدار ہیں اور دور دور کے
ممالک یورپ اور امریکہ وغیرہ کا سفر کرتے رہتے ہیں یا زمانۂ سابق
میں ان دور دراز ممالک بالخصوص انگلستان کے سفر کرچکے ہیں اور نعمتِ
حج و زیارتِ مدینہ منورہ سے فائز نہیں ہوئے۔ سر سید اور جسٹس سید محمود

سے لے کر اس زمانہ تک کے جملہ اشخاص جن میں علامہ سر اقبال، قائد اعظم، نوابزادہ لیاقت علی خاں، سر ناظم الدین وغیرہ وغیرہ بے شمار لیڈران قوم آتے ہیں سب کے سب کو بیک قلم قطعی اور یقینی طور پر اسلام و ایمان سے خارج کر دیا گیا اور فتویٰ صادر کر دیا گیا کہ اُن کا اپنے آپ کو مسلمان کہنا جھوٹ ہے۔ جو شخص بھی ان کو مسلمان کہے وہ قرآن سے جاہل ہے۔

اسی طرح وہ تمام اسلامیت کے دعویدار جو زکوٰۃ نہیں دیتے یا نماز نہیں پڑھتے یا روزہ نہیں رکھتے ان کا دعویٰ ایمان جھوٹا ہے اور ان کا کلمۂ طیبہ کو پڑھنا بے معنیٰ اور اُن کے ایمان کی شہادت غیر معتبر اور بیکار ہے۔ اور چونکہ ایمان اور کفر میں کوئی واسطہ نہیں ایک کے زوال سے دوسرے کا آجانا ضروری ہے۔ اس لئے جب ان لوگوں کو ایمان اور اسلام سے قطعی طور پر نکالدیا گیا تو قطعی طور پر کفر میں بھی داخل کر دیا گیا۔

اس طرح کی عمومی تکفیر صرف مودودی صاحب اور انکی جماعت یا خوارج کے سوا کلمہ گویانِ امت محمدیہ کی کس نے کی اور کب کی گئی۔ بیشک ایسے لوگ فرائض کے تارک، گنہگار، مستحقِ عقاب ہیں اُن کو جلد سے جلد توبہ کرنا اور اپنی بداعمالیوں کو ترک کر دینا ضروری ہے (اگر زندہ ہوں) اور خداوندی عذاب کے مستحق ہیں (اگر بلا توبہ مر گئے ہوں) مگر وہ دائرۂ ایمان اور اسلام سے خارج نظرِ شرع میں نہیں کیے جا سکتے۔ کلمۂ

لا الٰہ الا اللہ اور ایمان ضرور بالضرور ان کو نفع پہونچائے گا اگرچہ بداعمالیوں کی سزا کے بعد ہی ہو (یا بذریعہ شفاعت یا دیگر وجوہِ رحمت سے مستفید ہوسکیں) مگر ایسے لوگ خلود فی النار سے محفوظ رہیں گے۔ ذرہ برابر بھی ایمان کا درجہ اُن کے لئے خلود فی النار سے محافظ اور جنت کے دخول کا ذریعہ ہوگا۔ مودودی صاحب اور ان کی جماعت کا اُمتِ محمدیہ پر انتہائی ظلم اور خوارج کی طرح انتہائی غلو فی الدین ہے۔

اعمال کو جزوِ ایمان قرار دینا

اس مقام پر جب یہ کہا گیا کہ اعمالِ اسلامیہ کو جزوِ ایمان بجز فرقہ ہائے ضالہ خوارج اور معتزلہ وغیرہ کسی نے قرار نہیں دیا اور نہ یہ کہا کہ اُن کے ترک سے ایمان سے خارج ہو جائیگا جیسا کہ مودودی صاحب اور ان کے متبعین ارشاد فرماتے ہیں۔ یہ اُن کا مسلک اہلِ سنت والجماعت کے مسلک کے بالکل خلاف اور احادیثِ صحیحہ اور آیاتِ صریحہ کے بالکل منافی ہے تو یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اعمال کے جزوِ ایمان ہونے کے قائل تو تمام سلف محدثین اور شافعیہ اور اہلِ ظاہر وغیرہ ہیں جو کہ اہلِ سنت میں سے ہی ہیں۔ مگر یہ جواب بالکل غلط ہے اور دھوکا ہے۔ شافعیہ اور محدثین اعمال کو . . . جزءِ مقوم نہیں کہتے کہ اس کے عدم سے انعدام

ایمان ایسی طرح ہو جائے جس طرح جزء کے انعدام سے کل کا انعدام ہو جاتا ہے۔ بلکہ جز متمم اور مکمل کہتے ہیں۔ اُن کے انعدام سے کمالِ ایمانی معدوم ہوتا ہے نفسِ ایمان معدوم نہیں ہوتا جیسے کہ اجسامِ انسانیہ کے دو قسم کے اجزاء ہیں بعض مکملہ ہیں جیسے اُنگلیاں، ناک، کان، آنکھ، ہاتھ، پیر۔ اور بعض مقومیہ ہیں جیسے دل دماغ جگر وغیرہ اعضائے رئیسہ۔ پہلی قسم کے اجزاء کے کٹ جانے سے انسان مرتا نہیں ہے البتہ اس کے کمال میں نقصان ہو جاتا ہے۔ بخلاف دوسری قسم کے اجزاء کے کہ اگر وہ باقی نہ رہیں تو انسان فنا ہو جاتا ہے اس لئے تارکِ اعمال کی تکفیر نہیں کی جاسکتی خواہ وہ اعمال کتنی ہی عظیم الشان اہمیت رکھتے ہوں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

المعاصی من امر الجاهلیة	معاصی رسوم جاہلیت میں سے ہیں لیکن
ولا یکفر صاحبها بارتکابها	عصاۃ کو جب تک کہ انکی معصیت حدِ شرک
الا بالشرك الخ.	میں داخل نہ ہو کافر نہ کہا جاویگا۔

امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ[۲۵] شرح مسلم میں فرماتے ہیں:۔

ثم ان اسم الایمان یتناول	لفظ ایمان میں وہ تمام چیزیں شامل
ما فسر به الاسلام فی هذا	ہیں جو اس حدیث میں بسلسلۂ تفسیرِ اسلام

الحديث وسائرُ الطاعات
لكونهما ثمرات للتصديق
الباطن الذی هو اصل
الایمان ومقوّیات ومتممات
وحافظات له، ولهذا
فسر صلے اللّٰہ علیہ وسلّم
الایمان فی حدیث عبد
القیس بالشہادتین و
الصلوٰة والزکوٰة وصوم
رمضان واعطاءالخمس
ولهذا لا یقع اسم المؤمن
المطلق علی من ارتکب
کبیرة او ترك فریضة
لانّ اسم شیءٍ مطلقاً
یقع علی الکامل منه ولا
یستعمل فی الناقص
ظاهراً الا بقید۔

بیان کی گئی ہیں اور تمام طاعات
بھی شامل ہیں کیونکہ یہ اس تصدیق
کے ثمرات اور مقوّی اور متمم ہیں جو کہ
اصل الایمان ہے۔ اسی لئے سرور
عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے عبد القیس
والی حدیث میں ایمان کی تفسیر
شہادتین، صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم
رمضان، ادائے خمس کے ساتھ کی ہے
اور اسی لئے مؤمن مطلق کا لفظ اس
شخص پر نہیں بولا جاتا ہے جو کہ مرتکب
کبیرہ ہو یا تارک فرض ہو۔ کیونکہ
مطلق کا اطلاق ایمان کامل ہی پر
ہوتا ہے اور ناقص میں استعمال
قرینہ یا قید کے بغیر نہیں ہوتا
ہے۔

اور ص۲۶ میں فرماتے ہیں :-

واعلم ان مذهب اهل الحق انه لا يكفر احد من اهل القبلة بذنب، ولا يكفر اهل الاهواء والبدع وان من جحد ما يعلم من دين الاسلام ضرورة حكم بردته وكفره الخ.

جاننا چاہیئے کہ اہلِ حق کا مذہب یہ ہے کہ اہلِ قبلہ میں سے کسی کو کسی گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کافر نہ کہا جاوے نہ اہلِ اہواء اور اہلِ بدعت کو کافر کہا جاوے لیکن ضروریات اور قطعیات اسلامیہ کے منکرین خارج از اسلام ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری ج ۱ ص۴۶ میں فرماتے ہیں :-

فالسلف قالوا هو (الايمان) اعتقاد بالقلب ونطق باللسان وعمل بالاركان وارادوا ان الاعمال شرط فی كماله ومن هٰهنا نشأ بهم القول بالزيادة والنقص كما سيأتي والمرجئة قالوا هو اعتقاد ونطق فقط

سلف صالحین کا مسلک یہ ہے کہ ایمان کہتے ہیں دل سے شہادتین کا اعتقاد کرنا، زبان سے کلمۂ شہادت ادا کرنا اور اعضاء سے مقتضائے شہادت پر عمل کرنا۔ سلف نے عمل کرنے کو کمالِ ایمان کیلئے شرط قرار دیا ہے اور اسکی وجہ سے سلف قائل ہو گئے کہ ایمان میں زیادتی اور کمی واقع ہو سکتی ہے۔

والكرامية قالوا هو نطق فقط والمعتزلة قالوا هو العمل والنطق والاعتقاد والفارق بينهم وبين السلف انهم جعلوا الاعمال شرطًا في صحته والسلف جعلوها شرطًا في كماله۔

(یعنی اعمال میں کمی اور زیادتی کے اعتبار سے) اور فرقۂ مرجیہ کا مسلک یہ ہے کہ ایمان اعتقاد و شہادت اور زبان سے ادائے شہادت کا نام ہے عمل سے ایمان کا کوئی تعلق نہیں ہے) اور فرقۂ کرامیہ کا مسلک یہ ہے کہ ایمان صرف زبان سے ادائے شہادت کا نام ہے اور فرقۂ معتزلہ کا مسلک یہ ہے کہ ایمان عمل اور نطقِ شہادت اور اعتقاد کا مجموعہ ہے۔ معتزلہ اور سلف صالحین کے مسلک میں فرق یہ ہے کہ معتزلہ عمل کو ایمان کے صحیح ہونے کیلئے شرط قرار دیتے ہیں۔ اور سلف صالحین عمل کو صحتِ ایمان کے لئے شرط نہیں قرار دیتے بلکہ کمالِ ایمان کے لئے شرط کہتے ہیں۔

کلامِ سابق سے معلوم ہوا کہ علمائے کلام (اشاعرہ وماتریدیہ) شافعیہ ومحدثین اور سلف میں نزاعِ لفظی ہے۔ علمائے کلام نفس ایمان میں اعمال کی جزئیت کے نافی ہیں۔ کمالِ ایمان میں جزئیت کے نافی نہیں۔ اور سلف اور شافعیہ اور محدثین کمالِ ایمانی میں جزئیت کے قائل ہیں نفس ایمانی میں نہیں۔ اس لئے مرتکبِ کبیرہ اور تارکِ اعمال

مفروضہ کسی کے نزدیک کافر نہیں ہو گا۔ اور نہ نفسِ ایمان سے محروم ہو گا البتہ کمالِ ایمانی سے سب کے نزدیک محروم رہیگا۔ اس لئے مودودی صاحب کا ارشاد بالکل اہلِ سنت والجماعت کے خلاف اور معتزلہ و خوارج ہی کا مذہب ہے جس کو مودودی جماعت اختیار کیے ہوئے ہے اور مسلمانوں کو اسی طرف بلاتی اور اسی میں داخل کرتی ہوئی ان کو خارجی اور معتزلی بنا کر گمراہ کرتی ہے۔ اس پر مودودی صاحب کے یہاں آج ہندوستان اور پاکستان بلکہ تمام دنیائے اسلام کے اکثر اور بے نہایت مسلمان دائرۂ اسلام سے قطعاً خارج ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ آج ملتِ محمدیہ میں بڑی اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے جو تمام یا اکثر یا بعض فرائض کے تارک ہیں ان کا کلمۂ طیبہ پڑھنا اور اقرار و یقین باللہ و بالرسول بالکل لغو اور غیر قابلِ اعتبار رہ جاتا ہے۔

جو حضرات مودودیت کی دعوت دینے کے لئے پروپیگنڈہ کرتے پھرتے ہیں اور بہت سے سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دام اور جال میں پھنسا رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ مودودی صاحب کی تحریروں اور لٹریچروں سے بے شمار انگریزی خواں جو کالجوں کی تعلیم سے بالکل ملحد اور بے دین ہو گئے تھے دیندار ہو گئے ہیں۔ یہ عظیم الشان کارنامہ مودودی صاحب کا ہے جس کی بناء پر سب کو اُن کے ہی حلقۂ ارادت

کی طرف دعوت دی جاتی ہے اور جو حضرات اس دام تزویر میں گرفتار ہیں وہ غور فرمائیں کہ مودودی صاحب کے لٹریچروں سے دائرۂ ایمان ودین میں داخل ہونیوالے زیادہ ہیں یا ان لٹریچروں کی وجہ سے نکل جانیوالے زیادہ ہیں۔ اور غضب تو یہ ہے کہ جو لوگ ان گنہگار مسلمانوں کو دائرۂ اسلام وایمان سے خارج نہیں کرتے ان کو کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ قرآن سے جاہل ہیں۔ حالانکہ قرآن کی متعدد آیتیں اور بے شمار احادیث ان لوگوں کے ایمان اور اسلام کی شہادت دیتی ہیں اور ان کو مغفرت اور نجات کی امید دلاتی ہیں۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ۔ فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لاانفصام لہا الآیۃ۔ (پ ۳ ع البقرہ ۵)	پس جو شخص شیطان سے بد اعتقاد ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش اعتقاد ہو (یعنی اسلام قبول کرے) تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا جس کو کسی طرح شکستگی نہیں۔
(۲) وقال سبحانہ وتعالیٰ ومن یسلم وجہہ الی اللہ وہو محسن فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ والی اللہ	اور جو شخص اپنا رخ اللہ کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا، اور اخیر سب کاموں کا اللہ ہی کی طرف پہنچے گا۔

عاقبة الامور، ومن یکفر فلا یحزنك کفرہ الینا مرجعھم فننبئھم بما عملوا انّ اللّٰہَ علیم بذات الصدور۔

(پ ۲۱ ع ۱۲، لقمان)

اور جو شخص کفر کرے سو آپکے لئے اس کا کفر باعث غم نہ ہونا چاہیئے۔ ان سب کو ہمارے پاس لوٹنا ہے سو ہم انکو جتلادیں گے جو کچھ کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو دلوں کی باتیں خوب معلوم ہیں۔

(۳) وقال تعالیٰ۔ ومن یرغب عن ملة ابراھیم الا من سفه نفسه ولقد اصطفینٰه فی الدنیا وانه فی الآخرة لمن الصّٰلحین اذ قال له ربه اسلم قال اسلمت لرب العالمین۔

(پ ع ۱۶۔ البقرہ)

اور ملت ابراہیمی سے تو وہی شخص روگردانی کرے گا جو اپنی ذات ہی سے احمق ہو اور ہم نے ان کو دنیا میں منتخب کیا اور آخرت میں بڑے لائق لوگوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ جبکہ ان سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ تم اطاعت اختیار کرو۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں نے اطاعت اختیار کی رَبُّ العالمین کی۔

(۴) وقال تعالیٰ: قُل یا اھلَ الکتاب تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا وبینکم الّا نعبدُ الا اللّٰہ ولا نشرك به شیئاً

آپ فرمادیجیے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں۔

ولا یتخذ بعضنا بعضاً اربابًا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون (پ ع ۱۵ آل عمران)

اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ قرار دے حق تعالیٰ کو چھوڑ کر پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں تو تم لوگ کہدو کہ تم اس کے گواہ رہو کہ ہم تو ماننے والے ہیں۔

(۵) وقال سبحانہ وتعالیٰ۔ اِنَّ اللہَ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذٰلک لمن یّشاء۔ الآیۃ۔ (پ ع ۱۵ النساء)

بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے۔

(۶) وقال تعالےٰ۔ قل یٰعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہِ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعًا۔ الآیۃ۔ (پ ع ۳ الزمر)

آپ کہدیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خداتعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ بالیقین اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا

---

(۷) وقال سبحانه وتعالیٰ
وان طائفتان من المؤمنین
اقتتلوا فاصلحوا بینهما۔ الآیۃ
(پ ۲۶ ع ۱۳ الحجرات)

اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کرا دو۔

(۸) وقال تعالیٰ۔
الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم
بظلم اولئک لھم الامن
وھم مھتدون۔
(پ ۷ ع ۱۵ انعام)

جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے انہیں لوگوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی صحیح راہ پر چل رہے ہیں۔

وفسر النبی صلے اللہ علیہ
وسلم الظلم بالشرک۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لفظ ظلم کی جو اس آیت کریمہ میں ہے شرک کے ساتھ تفسیر بیان فرمائی ہے۔

(۹) وقال النبی صلے اللہ
علیہ وسلم مامن عبد قال
لا الٰہ الا اللہ ثم مات علیٰ
ذلک الا دخل الجنۃ قلت
وان زنیٰ وان سرق قال

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو اللہ کا بندہ کلمۂ توحید کا قائل ہو۔ پھر اُسی عقیدہ پر اُس کو موت آجائے تو وہ ضرور جنتی ہوگا۔ (راوی حدیث یعنی ابوذر غفاری رضہ فرماتے ہیں۔)

وان زنیٰ وان سرق قلت
وان زنیٰ وان سرق قال
وان زنیٰ وان سرق قلت
وان زنیٰ وان سرق قال
وان زنیٰ وان سرق علیٰ
رغم انف ابی ذر. الحدیث
متفق علیہ .

میں نے عرض کیا کہ کلمۂ توحید کا قائل جنتی ہے چاہے وہ زنا اور چوری بھی کرے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں چاہے زنا اور چوری بھی کرے۔ پھر میں نے تعجب سے کہا اگرچہ وہ زنا اور چوری بھی کرے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں اگرچہ زنا اور چوری بھی کرے۔ پھر میں نے عرض کیا اگرچہ زنا اور چوری کرے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہاں وہ جنتی ہے ابوذر کی ناگواری کے باوجود، اگر وہ زنا اور چوری بھی کرے۔ (بخاری ومسلم)

(۱۰) وعن عبادۃ بن الصامت
قال قال رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم من شھد ان لآ
الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک
لہٗ وان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ
وان عیسیٰ عبد اللہ ورسولہٗ
وابن امتہ وکلمتہ القاھا
الیٰ مریم وروح منہ والجنۃ

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ یکتا ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اور بلاشبہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول برحق ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ بھی اللہ کے بندے

والنار حق ادخله الله الجنة على ما كان من العمل۔

(متفق علیہ)

اور اس کے رسول برحق ہیں اور حق تعالیٰ کی ایک بندی کے بیٹے ہیں اور کلمۃ اللہ ہیں۔ جس کو حق تعالیٰ نے حضرت مریم کی طرف القا فرمایا تھا۔ اور حق تعالیٰ کی جانب سے ایک روح ہیں اور گواہی دے کہ جنّت اور دوزخ حق ہیں۔ ایسے شخص کو حق تعالیٰ جنت میں داخل فرمائیں گے۔ اس کے عمل خواہ کیسے ہی ہوں۔

(۱۱) وعن انس رضی الله عنه قال يخرج من النار من قال لا اله الا الله وفي قلبه وزن شعيرة من خير ويخرج من النار من قال لا اله الا الله وفي قلبه وزن برة من خير ويخرج من النار من قال لا اله الا الله وفي قلبه وزن ذرة من خير قال ابو عبد الله قال ابان حدثنا قتادة قال حدثنا انس عن النبي صلى الله

انس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ عذابِ نار سے ایسے لوگ بالآخر نکال دیئے جائیں گے کہ جو کلمۂ توحید کے قائل تھے اور اُن کے دل میں جَو برابر ایمان تھا۔ اور وہ لوگ بھی دوزخ سے نکال دیئے جائیں گے جن کے دل میں ذرّہ برابر ایمان تھا۔ ابو عبداللہ بخاری فرماتے ہیں کہ (راوی) ابان نے کہا کہ ہم سے قتادہ نے بیان کیا کہ روایت ہم کو انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے بیان

علیہ وسلم من ایمان مکان خیر۔	کی نفی۔ اور بجائے مِنْ خیر کے لفظ من ایمان نقل کیا تھا۔

(صحیح بخاری ص۱۱)

کیا اسی قسم کی تعلیم کا نتیجہ وہ نہ تھا جو کہ خوارج سے نہروان وغیرہ میں مسلمانوں اور حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کے اصحاب اتباع کے خون بہانے کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور جو کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے اتباع نے حجاز، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں ۱۲۲۰ھ سے ۱۲۳۳ھ تک مسلمانوں کے خون کے دریا بہانے کی صورت میں پیدا کیا گیا۔

(۱۲) رد المختار حاشیہ در المختار (شامی) جلد ۳ ص ۳۳۹ میں ہے:۔

کما وقع فی زماننا فی اتباع محمد ابن عبد الوھاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذھب الحنابلة لکنھم اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم	جیسا کہ ہمارے زمانہ میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متبعین سے پیش آیا کہ انھوں نے نجد سے خروج کیا اور حرم مکہ اور حرم مدینہ پر تسلط جمایا۔ اور اس کے مدعی رہے کہ حنابلہ کے مذہب کے پابند ہیں۔ لیکن ان کا اعتقاد یہ تھا کہ مسلمان صرف وہ لوگ ہیں جو ہمارے ہم مشرب

مشركون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علماءهم حتى كسر الله شوكتهم وخرب بلادهم وظفر بهم عساكر المسلمين عام ثلاث وثلاثين ومائتين والف.

ہیں اور جو ہمارے اعتقاد کے مخالف ہیں وہ سب مشرک ہیں۔ اور اس فاسد عقیدہ کی وجہ سے اہلِ سنت والجماعت کا قتل کر دینا اور اُن کے علمائے حق کو مار ڈالنا مباح سمجھا۔ ان کا تسلط قائم رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے غلبہ کو فنا کر دیا۔ اور ان کے شہروں کو ویران کر دیا اور اسلامی شہروں کو ان کے مقابلہ میں کامیابی عطا فرمائی ۱۲۳۳ھ میں۔

اور جو کہ ابنِ سعود کے تسلط کے وقت میں غلغلہ اور رخنے مسلمانوں کے قتل اور اموال کے لوٹنے کی صورت میں ہویدا کیا اور بالآخر ابنِ سعود نے تنگ آکر ان قبیلوں کی قوت کا قلع قمع کر دیا۔

ایسی ہی تعلیمات کے نتیجے ہیں جن کو آج کل مودودی صاحب کے اتباع نے شروع کر دیا ہے۔

ایک صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہاں یہ حال ہے کہ جو شخص بھی اس تحریک سے متأثر ہو گیا ہے وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر تمام سلف صالحین کی عظمت و رفعت اپنے دل سے نکال چکا ہے۔ تقلید اس کی

نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ وہ ہر موقع پر گورانہ تقلید کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ اگرچہ مودودی صاحب کا زلقۂ تقلید وہ اپنی گردن میں ڈال چکا ہو۔ وہ عام مسلمانوں سے اپنے کو کچھ علاحدہ سمجھتا ہے۔ اور اس کی ہر چال ڈھال، اندازِ تکلم ہر حسّاس آدمی کی نظر میں علاحدہ اور امتیازی نظر آتا ہے۔ مودودی اور غیر مودودی مسلمانوں میں انتشار و افتراق بڑی حد تک پھیل چکا ہے۔ اگر کسی اسکول کا ہیڈ ماسٹر مودودیت سے متأثر ہو چکا ہے تو وہ مذہبی لحاظ سے اپنے چپراسی پر رحم نہیں کرتا۔ اگر کسی کمپنی کا منیجر مودودی ہو چکا ہے تو وہ ایک کلرک کی بھرتی کے وقت مودودی کلرک رکھنا چاہتا ہے۔ بیٹا مودودی ہو گیا ہے تو وہ بوڑھے اور ضعیف حاجتمند باپ کی امداد نہیں کرتا۔ بھائی سے بھائی۔ چچا سے بھتیجا۔ ماموں سے بھانجا آپس میں دست و گریبان ہیں۔ پرانی دوستیاں ختم ہو گئیں۔ عزیزوں میں اختلاف و افتراق رونما ہو گیا۔ جناب محترم ان سب باتوں کی بوقت ضرورت نشان دہی کی جاسکتی ہے۔"

غور فرمائیے کہ مودودیوں کے اس غلو اور افراط کے نتائج (کہ وہ اپنی جماعت کو اصلی مسلمان قرار دیتے ہیں۔ اور دوسرے مسلمانوں کو

نسلی مسلمان قرار دیکر سلف اور متبعین مذاہب اربعہ اور صوفیہ کرام کو نہایت دلخراش الفاظ سے علانیہ ذکر کرتے ہوئے تکفیر اور تحقیق اور تجہیل کرتے ہیں۔ اور سلف صالحین کو صحابہ کرام سے آج تک کے تمام مسلم افراد پر زبان درازیاں کرتے ہوئے تنقید و سب و شتم کرتے ہیں) کہاں سے کہاں تک پہونچ رہے ہیں۔ اور آئندہ ان کے نتائج میں کیا کیا پھول و پھل لگ سکتے ہیں۔ دُور بین اور سمجھدار لوگوں کو متنبہ کرنا اور عبرت پکڑنا ازبس ضروری ہے۔ اور جس قدر احتیاط اور انضباط ممکن ہو عمل میں لانا واجب ہے۔ واللہ الموفق ؛

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ
محرم ۱۳۷۱ھ اکتوبر ۱۹۵۱ء

اس کتاب کے بارے میں کسی نامعلوم سائل کے سوال پر مودودی صاحب نے جواباً حسب ذیل اعتراضات فرمائے ہیں

ایک ظلم تو مولانا حسین احمد صاحب نے کیا کہ اصل کتاب کی عبارت کو پوری طرح پڑھے بغیر، اور خود کتاب کے موضوع و مضمون سے واقفیت حاصل کیے بغیر محض چند لوگوں کے فراہم کردہ اقتباسات کی بنا پر کتاب کے مصنف کا ایک مسلک مشخص فرمالیا۔ اور اپنی اس تشخیص کا اعلان بھی فرمادیا۔ اس پر دوسرا ظلم آپ کر رہے ہیں کہ مولانا کے اس پمفلٹ کو پڑھنے کے بعد آپ نے خود نہ "خطبات" کو پڑھا نہ میری اور کسی کتاب سے میرا مسلک معلوم کیا۔ بلکہ فوراً مجھے جواب دہی کے لیے طلب فرمالیا میری کتاب "خطبات" آپ کی دسترس سے دور نہ تھی آپ صرف اسی کو اٹھا کر دیکھ لیتے تو آپ کو ان ہی عبارات کے آس پاس مولانا کے الزامات کا جواب مل جاتا پھر میری کتاب "تفہیمات حصہ دوم" بھی آپ کو اپنے شہر کے دارالمطالعہ جماعت اسلامی میں بآسانی مل سکتی تھی۔ اس کو پڑھ کر آپ کو معلوم ہو جاتا کہ آیا میں خوارج و معتزلہ کا ہم مسلک ہوں یا اہل سنت کا۔

میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس طرح کے اعتراضات کی تحقیق کے لئے مجھ سے سوال نہ کیا جائے۔ میں صرف یہ عرض کرتا ہوں کہ جن الزامات کی تحقیق آپ خود تھوڑی سی تکلیف اٹھا کر کر سکتے ہوں ان کے لئے خواہ مخواہ مراسلت میں وقت کیوں صرف کیا جائے۔

"خطبات"، کی جن عبارات پر مولانا نے مجھے خارجی و معتزلی بنایا ہے ان پر گفتگو کرنے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ یہ کتاب کوئی فقہ اور علم کلام کی کتاب نہیں ہے۔ نہ فتوے کی زبان میں لکھی گئی ہے۔ بلکہ یہ ایک وعظ و نصیحت کی کتاب ہے جس سے مقصود بندگان خدا کو فرمانبرداری پر اکسانا اور نافرمانی سے روکنا ہے اس میں بحث یہ نہیں ہے کہ اسلام کے آخری حدود کیا ہیں جن سے تجاوز کئے بغیر آدمی خارج از ملت قرار نہ پا سکتا ہو۔ بلکہ اس میں عام مسلمانوں کو دین کا اصل مقصد سمجھانے اور اخلاص فی الطاعت پر ابھارنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کیا اس نوعیت کی کتاب میں مجھے عوام سے یہ کہنا چاہیئے تھا کہ خواہ تم نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کچھ بھی ادا نہ کرو۔ پھر بھی تم مسلمان ہی رہو گے؟ مولانا حسین احمد صاحب کو فتویٰ دینے کا شوق تھا تو وہ ضرور اپنا یہ شوق پورا فرماتے مگر فتویٰ دینے سے پہلے انھیں اس چیز کو سمجھ تو لینا چاہیئے تھا جس پر وہ فتویٰ لگا رہے تھے۔

پھر اگر مولانا نے محض پیش کردہ اقتباسات پر اکتفا نہ کیا ہوتا بلکہ اصل کتاب کو نکال کر اُن عبارتوں کے سابق و لاحق کو بھی دیکھ لیا ہوتا تو مجھے امید نہیں کہ وہ ان پر اعتراضات کرنے کی جرأت فرماتے۔ مثال کے طور پر حج کے متعلق میری عبارت کو لیجئے جسے آپ نے سب سے پہلے نقل کیا ہے۔ "خطبات" میں اس سے پہلے یہ آیت نقل کی گئی ہے کہ وَ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ؕ وَ مَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ [1] پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ "جو شخص زادراہ اور سواری رکھتا ہو جس سے وہ بیت اللہ تک پہونچ سکے، اور پھر وہ حج نہ کرے تو اس کا اس حالت پر مرنا اور یہودی یا نصرانی ہو کر مرنا یکساں ہے۔" پھر اسی مضمون کی ایک اور حدیث نقل کرنے کے بعد حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ "جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتے میرا جی چاہتا ہے کہ ان پر جزیہ لگا دوں، وہ مسلمان نہیں ہیں، وہ مسلمان نہیں ہیں۔ ان ساری چیزوں کو نقل کرنے کے بعد میں نے وہ فقرے لکھے ہیں جو آپ نے مولانا کے پمفلٹ سے نقل فرمائے ہیں۔ اب

---

[1] لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ جو بیت اللہ تک پہونچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جس نے کفر کیا تو اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔ ۱۲

فرمائیے کہ اس عبارت پر خارجیت اور اعتزال کا جو فتویٰ مولانا صاحب نے جڑ دیا ہے اس کی زد کہاں کہاں جا کر پڑتی ہے؟ کیا میں مولانا کو خدا سے اتنا بے خوف فرض کروں کہ یہ سب کچھ پڑھ لینے کے بعد بھی وہ اس مغنیانہ تیر اندازی کی جسارت کر گذرتے؟

اسی طرح نماز اور زکوٰۃ سے متعلق میری جو عبارتیں آپ نے مولانا کے پمفلٹ سے نقل فرمائی ہیں ان کے آگے اور پیچھے میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضہ کے اس کارنامے کو بھی نقل کیا ہے کہ انھوں نے مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا اور اس کے ساتھ بکثرت آیات بھی نقل کی ہیں، جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔ فَاِنْ تَابُوا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ[1]۔ کیا اس سیاق وسباق پر نظر ڈال لینے کے بعد بھی خارجیت اور اعتزال کے اس فتوے کو آپ ممکن سمجھ سکتے ہیں۔ جو مولانا کے قلم سے میری ان عبارتوں پر نکلا ہے۔

ترجمان مارچ ۱۹۵۳ء

---

[1] پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

مذکورۂ بالا اعتراضات کے جوابات بالترتیب درجِ ذیل ہیں۔

مودودی صاحب فرماتے ہیں :-

"ایک ظلم تو مولانا حسین احمد صاحب نے کیا کہ اصل کتاب کی عبارت کو پوری طرح پڑھے بغیر اور خود کتاب کے موضوع و مضمون سے واقفیت حاصل کئے بغیر محض چند لوگوں کے فراہم کردہ اقتباسات کی بناء پر کتاب کے مصنف کا ایک مسلک مشخص فرما لیا اور اپنی اس تشخیص کا اعلان بھی فرما دیا" (ترجمان القرآن جلد ۳۷ ص ۶۵)

مودودی صاحب نے اپنی غلط کاری پر پردہ ڈالنے کے لئے تلبیسات سے کام لیا ہے۔ ان کو کہاں سے معلوم ہوا کہ حسین احمد نے محض چند لوگوں کے فراہم کردہ اقتباسات کی بناء پر بغیر پڑھنے اور واقفیت حاصل کرنے کے مودودی صاحب کا مسلک مشخص کیا ہے۔ واقعہ بالکل خلاف ہے۔ ہم نے مودودی صاحب کی تصانیف کو بغور دیکھا اور ان کی عبارات مندرجہ اور ان کے سیاق و سباق پر نظر

ڈالی۔ ان میں جبکہ تاویلات کی گنجائش نہیں پائی تب اُن کے اس مسلک خارجیت واعتزال کے معین کرنے پر مجبور ہوئے۔

مودودی صاحب فرماتے ہیں:۔

"خطبات کی جن عبارات پر مولانا نے مجھے خارجی اور معتزلی بنایا ہے ان پر گفتگو کرنے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ یہ کتاب کوئی فقہ اور علم کلام کی کتاب نہیں ہے نہ فتوی کی زبان میں لکھی گئی ہے بلکہ یہ ایک وعظ و نصیحت کی کتاب ہے جس سے مقصود بندگانِ خدا کو فرمانبرداری پر اُکسانا اور نافرمانی سے روکنا ہے (ترجمان القرآن جلد ۷، ص ۶۵)

(الف) یہ ارشاد بھی دوسری کھلی ہوئی تلبیس ہے۔ فتویٰ اور فقہ کی تحریر سے ہمیشہ مقصود لوگوں کو حکم خداوندی بتلانا ہوتا ہے۔ اس کے لیے نہ کوئی زبان مخصوص ہے نہ کوئی لہجہ۔ فرمانبرداری پر اکسانا اور نافرمانی سے روکنا یعنی ترغیب و ترہیب کے لیے بھی کسی زبان اور طرزِ ادا کی خصوصیت نہیں ہے۔ حدودِ شرعیہ ہی کے اندر رہ کر اخبار و افتار اور ترغیب و ترہیب، وعظ و نصیحت کو انجام دینا ضروری ہے۔ غالبًا مودودی صاحب فرمانبرداری پر اُکسانے اور نافرمانی سے روکنے کے لیے ہر جائز اور ناجائز کارروائیوں کو جائز

اور صحیح سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ کرّامیہ اور جاہل زاہدوں کا مذہب ہے۔ انھوں نے زمانۂ قدیم میں بے شمار احادیث ترغیب و ترہیب اور اور وعظ و نصیحت میں بنا بنا کر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر دیں اور یہ بہانا بنایا کہ ان احادیث کا وضع کرنا اور از خود بنانا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دین کے نفع کے لئے نفع ہی ہے۔ اس لیے یہ مستحسن اور جائز بلکہ مطلوب ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حالانکہ یہ امر باجماع مسلمین حرام اور نہایت شنیع اور قبیح ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مسلم کے ابتدا میں فرماتے ہیں۔

انہ لا فرق فی تحریم الکذب علیہ صلے اللہ علیہ وسلم بین ما کان فی الاحکام وما لا حکم فیہ کالترغیب والترهیب والمواعظ وغیر ذلک فکلہ حرام من اکبر الکبائر واقبح القبائح باجماع المسلمین الذین یعتد بھم فی الاجماع خلافاً

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات کو نسبت کرنے کی حرمت میں احکام اور غیر احکام جیسے ترغیب اور ترہیب (اکسانے اور ڈرانے) اور وعظ وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ سب کی سب حرام اور اکبر کبائر اور بدترین قبائح میں سے ہیں، جس پر ان مسلمانوں کا اجماع ہے

للكرامية الطائفة المبتدعة
في زعمهم الباطل انه يجوز
وضع الحديث في الترغيب
والترهيب وتابعهم على هذا
كثيرون من الجهلة الذين
ينسبون انفسهم الى الزهد
او ينسبهم جهلة مثلهم. ص

جو کہ قابلِ اعتماد ہیں بخلاف کرامیہ کے
جو کہ مبتدع جماعت ہے جن کا باطل
گمان یہ ہے کہ ترغیب اور ترہیب
میں حدیثوں کا بنانا اور وضع کرنا
جائز ہے اور انہیں کی راہ پر بہت
سے ان کے جیسے ان جاہلوں نے جو کہ
اپنے آپ کو زہد کی طرف نسبت کرتے
ہیں چلنا اختیار کیا یا جاہلوں نے اُن کو
زاہدوں میں سے سمجھا ہے۔

نیز ص میں فرماتے ہیں:

واعلم ان تعمد وضع الحديث
حرام باجماع المسلمين الذين
يعتد بهم في الاجماع وشذت
الكرامية الفرقة المبتدعة
فجوزت وضعه في الترغيب
والترهيب والزهد وقد
سلك مسلكهم بعض الجهلة

جاننا چاہیے کہ قصداً حدیث کا گھڑنا
اور بنانا معتبر مسلمانوں کے اجماع سے
حرام ہے البتہ فرقہ مبتدعہ کرامیہ کی جماعت
مسلمانوں کی جماعت سے علاحدہ ہو کر
اس کی قائل ہوئی ہے کہ ترغیب
(اُکسانے) اور ترہیب (نافرمانی سے
روکنے) اور زہد (دنیا پرستی سے بچانے)

المتوسمين بسمة الزهاد وترغيباً فى الخير فى زعمهم الباطل وهذه غباوة ظاهرة وجهالة متناهية ويكفى فى الرد عليهم قول رسول الله صلى الله عليه وسلم من كذب على متعمداً فليتبوأ مقعده من النار ۔ اھ

ہیں یہ جائز ہے اور اسی چال کو بعض اُن بناوٹی صوفیوں نے اختیار کیا ہے جو کہ زاہدوں کی صورت بناتے ہیں تاکہ اپنے خیالِ باطل میں بھلائی کی ترغیب دیں اور یہ کھلی ہوئی غباوت اور انتہائی نادانی ہے۔ اس کے رد کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّداً فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ من النار کافی ہے۔

الغرض ترغیب و ترہیب اور وعظ و نصیحت کا وہی طریقہ معتبر ہو سکتا ہے جو کہ حدودِ شرعیہ کے اندر ہو تکفیر اور تضلیل کے ناجائز طریقوں اور افراط و تفریط سے خالی ہو۔

(ب) خطبوں اور وعظ و نصائح میں کسی ایسی زبان یا لہجہ کا اختیار کرنا اور ایسے مضامین کو ذکر کرنا جو حدودِ شرعیہ سے خارج ہوں کیا قہر اور غضبِ خداوندی کا باعث نہیں ہے۔ کیا ایسے ہی خطباء اور واعظین کے لئے مندرجہ ذیل حدیث وارد نہیں ہے۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مررت لیلۃ اُسری بی بقوم تقرض شفاھھم بمقاریض من النار فقلت یاجبرئیل من ھؤلاء قال ھؤلاء خطباء امتک الذین یقولون مالا یفعلون (ترمذی)

انھوں نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ شب معراج میں گذرا میں ایسی جماعت پر جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کی امت کے وہ خطیب ہیں جو کچھ کہتے ہیں اس پر خود عمل نہیں کرتے۔

(ج) کیا اس قسم کی سخت گیری اور تشدد نوازی احکام نبویہ علیہ السلام

یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا الحدیث (بخاری ۱۶)

نرمی کرو تنگی نہ کرو خوشخبری سناؤ۔ متنفر نہ کرو۔

اور حکم :- دعوہ وھریقوا علی بولہ سجلا من ماء فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین۔ الحدیث (بخاری ۳۵)

اس کو چھوڑدو اور پانی کا ایک ڈول اس کے پیشاب پر بہادو۔ تم تو آسانی ہی کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو نہ کہ تنگی کرنے کے لئے۔

اور حکم یسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا الحدیث کے خلاف نہیں ہے

جس کے ہم معنی آیات اور روایات بکثرت وارد ہیں۔

پھر مودودی صاحب فرماتے ہیں :-

"اگر مولانا (مدنی) نے محض پیش کردہ اقتباسات پر اکتفا نہ کیا ہوتا بلکہ اصل کتاب کو نکال کر ان عبارتوں کے سابق ولاحق کو بھی دیکھ لیا ہوتا تو مجھے اُمید نہیں کہ وہ ان پر یہ اعتراضات کی جرأت فرماتے۔"

یہ بھی مودودی صاحب کی کھلی ہوئی تلبیس ہے۔ ہم نے اس عبارت کے سابق ولاحق کو دیکھا اور بغور دیکھا۔ ہم نے مشاہدہ کیا کہ مودودی صاحب نے انتہائی جسارت اور کھلی ہوئی غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ اور مسلمانوں کی تکفیر اور ان کو دائرۂ ایمان سے نکال دینے میں خوارج اور معتزلہ کا ہی اتباع کیا ہے۔ چنانچہ آگے آیا جاتا ہے۔

مودودی صاحب یہاں فرض کے نئے معنی گھڑتے ہیں جو کہ تمام اہل سنّت کے خلاف ہے۔ "خطبات" ص ۱۸۵ سطر ۱۲ میں فرماتے ہیں:

"اب قبل اس کے کہ آپ کے سامنے حج کے فائدے بیان کیے جائیں یہ بھی بیان کر دینا ضروری ہے کہ یہ فرض کیسا ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الخ"

اور پھر جو معنیٰ بیان کیے ہیں وہ عین خوارج ومعتزلہ کے معنیٰ ہیں۔

مودودی صاحب فرماتے ہیں :-

"مثال کے طور پر حج کے متعلق میری اس عبارت کو لیجئے جسے آپ نے سب سے پہلے نقل کیا ہے۔ خطبات میں اس سے پہلے یہ آیت نقل کی گئی ہے وللہ علی الناسِ حج البیتِ من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فانّ اللہ غنی عن العٰلمین۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص زادِ راہ اور سواری رکھتا ہو جس سے وہ بیت اللہ تک پہونچ سکے۔ پھر وہ حج نہ کرے تو اُس کا اس حالت پر مرنا اور یہود یا نصرانی ہوکر مرنا یکساں ہے۔ پھر اسی مضمون کی ایک اور حدیث نقل کرنے کے بعد حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتے میرا جی چاہتا ہے کہ اُن پر جزیہ لگا دوں، وہ مسلمان نہیں ہیں۔ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ ان ساری چیزوں کے نقل کرنے کے بعد میں نے وہ فقرے لکھے ہیں جو آپ نے مولانا کے پمفلٹ سے نقل فرمائے ہیں۔"

(ترجمان القرآن جلد ، ص۲۷)

مودودی صاحب خطبات ص۱۸۵ میں اس آیت کا ذکر فرمانے کے بعد

مندرجہ ذیل عبارت لکھتے ہیں:۔

"اس آیت میں قدرت رکھنے کے باوجود قصداً حج نہ کرنے کو کفر کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔"

اس عبارت کو مودودی صاحب نے ترجمان جلد ۷ ص۶۷ میں اسی تلبیس کے ماتحت نقل نہیں کیا اور چھپالیا۔ یہ مودودی صاحب کا وہی اعتزالی اور خارجی فہم ہے کہ قدرت رکھنے کے باوجود قصد نہ کرنے کو کفر کا مصداق قرار دیدیا۔ آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ ترکِ حج ہی کی تعبیر کفر سے کی گئی ہے۔ یہ ترجمہ اور یہ فہم خارجیت ہی کی بنا پر ان سے ظہور پذیر ہوا ہے۔ کیوں نہیں ہو سکتا کہ کفر سے مراد یہاں پر حج کی فرضیت کا انکار اور جحود ہو، خصوصاً جبکہ یہ جملہ اعلانِ فرضیتِ حج کے مقابلہ پر ذکر فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ میں لفظِ علیٰ فرضیت اور وجوب ہی کے لیے ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد اور حسن بصری اور عطاء وغیرہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

فانّ اللہ غنی عن العالمین یقول من کفر بالحج فلم یر حجہ براً ولا ترکہ اثماً اھ (سنن بیہقی جلد ۴ ص۳۲۴)	جس نے کفر کیا تو بیشک اللہ تعالیٰ تمام عالموں سے مستغنی ہے یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس شخص نے حج کے ساتھ کفر کیا پس نہ حج

کرنے کو نیکی اور اس کے ترک کو گناہ نہیں سمجھا۔

تفسیر مظہری میں ہے :-

ومن کفر یعنی انکر وجوب الحج کذا قال ابن عباس والحسن وعطاء۔ (ج ۲ صفحہ ۱۰۸)	اور جس نے کفر کیا یعنی حج کے وجوب کا انکار کر دیا۔ جیسا کہ ابن عباس اور حسن اور عطاء نے فرمایا ہے۔

الغرض مودودی صاحب خلافِ سیاق اپنی رائے سے آیت کی تفسیر فرماتے ہیں اور ترکِ عملِ حج کو کفر قرار دیتے ہوئے تارکِ حج کو کافر کہتے ہیں جو کہ عین مذہب خوارج و معتزلہ کا ہے۔

(د) کیا ان عبارتوں میں ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں جنکے ہوتے ہوئے مجاز اور کنایہ وغیرہ کی رگوں کا بالکل قلع اور قمع ہو جاتا ہے۔ اور الفاظ مفردہ اور عبارات مرکبہ کو حقیقت پر حمل کرنا لازم بن جاتا ہے۔

(۱) مودودی صاحب نے ایک ظلم تو یہ کیا کہ خلافِ سیاقِ آیت کی تفسیر کفر کی ترکِ عملِ حج سے فرمائی ہے۔ جو کہ حضرت ابن عباس اور مجاہد اور دیگر مفسرین کے خلاف ہے اور اس میں معتزلہ اور خوارج کی ہمنوائی کی گئی ہے۔ دوسرا ظلم صریح یہ کیا کہ دو حدیثوں اور قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسی آیت کی شرح قرار دیا چنانچہ اسی صفحہ ۸۰ خطبات میں

بعد از ترجمہ آیتِ مذکورہ بالا فرماتے ہیں :۔

"اس آیت میں قدرت رکھنے کے باوجود قصداً حج نہ کرنے کو کفر کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کی شرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثوں سے ہوتی ہے۔"

جس کے معنی یہ ہوئے کہ تارکِ حج جس طرح حسب آیت مذکورہ کافر ہو جاویگا۔ اسی طرح حسب ہر دو حدیثین مذکورین بھی کافر ہو جائیگا۔ اور اس کا مرنا یہودی اور نصرانی کے مرنے جیسا اور یکساں ہو جائے گا۔ اور پھر تیسرا ظلم یہ کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کو ذکر فرما کر یہ دعویٰ کیا کہ اس قول حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے بھی یہی تفسیر نکلتی ہے کہ یہ ایسا فریضہ ہے جس کا تارک دائرۂ اسلام سے بالکل بیگانہ بن جاتا ہے وہ اس کا مستحق ہو جاتا ہے کہ اس پر جزیہ لگا دیا جائے۔ اور وہ دائرۂ ملت سے نکل جاتا ہے۔

چنانچہ صلہ ۸۶ میں فرماتے ہیں :۔

"اور اسی کی تفسیر حضرت عمرؓ نے کی۔ جب کہا کہ جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتے میرا جی چاہتا ہے کہ ان پر جزیہ لگا دوں۔ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ وہ مسلمان نہیں ہیں۔"

حالانکہ یہ دونوں روایتیں انتہائی درجہ میں ضعیف ہیں۔ ابن جوزیؒ اسکو موضوع کہا ہے۔ حدیث ترمذی کا مدار ہلال بن عبداللہ اور حارث پر ہے۔ ترمذی کہتا ہے :-

هٰذا حديث غريب لا نعرفه الا من هٰذا الوجه وفي اسناده مقال وهلال بن عبد الله مجهول والحارث يضعف في الحديث۔

یہ حدیث غریب ہے۔ اس طریقہ کے علاوہ دوسرے طریقہ سے اسے ہم نہیں جانتے اور اس کی اسناد میں کلام ہے ہلال ابن عبد اللہ مجہول اور حارث ضعیف ہیں۔

تہذیب میں ہلال بن عبداللہ کے متعلق لکھتے ہیں :-

قال البخاري منكر الحديث وقال الترمذي مجهول وقال ابن عدي هو معروف بهذا الحديث وليس هو بمحفوظ وقال الحاكم ابو احمد ليس بالقوي عندهم قلت ويروى هٰذا باسناد اصلح من هٰذا موقوف عن علي وله اسناد اصح منه

امام بخاری کے نزدیک منکر ہیں۔ امام ترمذی مجہول کہتے ہیں۔ ابن عدی کے نزدیک صرف اس حدیث کے راوی ہیں۔ امام حاکم ابو احمد نے فرمایا محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہیں، میں کہتا ہوں یہ حدیث اس سے زیادہ صالح سند سے مروی ہے جو حضرت علی رضؓ سے مروی ہے اور موقوف

عن عمر موقوف ایضا وقال العقیلی — ہے اور ایک روایت حضرت عمر سے مروی ہے اور
لایتابع علی حدیثہ وقال الحربی — موقوف ہے۔ امام عقیلی نے فرمایا ان جیسی حدیث
لا یعرف اھ۔ — کوئی اور روایت نہیں کرتا حربی کے نزدیک غیر معروف ہیں۔

اسی حدیث کو دارمی نے ابو امامہ سے روایت کیا ہے جس میں لیث بن ابی سلیم اور حارث مذکور راوی ہیں۔ اور دونوں میں کلام ہے البتہ اس حدیث کو موقوفاً حضرت علیؓ اور حضرت عمر رضہ سے روایت کیا گیا ہے جو کہ ہر دو حضرات کے اقوال ہیں مرفوع نہیں ہیں۔ انکو بھی حافظ ابن حجر مطلقاً صحیح نہیں کہتے ہیں۔ البتہ ان مرفوع روایتوں سے بہتر قرار دیتے ہیں جس سے حسب قاعدۂ اصولِ حدیث روایت کی صحت ثابت نہیں ہوتی۔ حافظ ابن حجر تلخیص میں فرماتے ہیں :-

قلت واذا انضم ھٰذا الموقوف الیٰ مرسل ابن سابط علم ان لھٰذا الحدیث اصلاً و محملہ علیٰ من استحل الترک وتبین بذالک خطأ من ادعیٰ انہ موضوع اھ

میں کہتا ہوں اگر اس موقوف کو ابن سابط کے مرسل سے ملالیا جائے تو اتنا معلوم ہو جائے گا کہ اس حدیث کی اصل ہے اور معنیٰ یہ ہو سکتے ہیں کہ جو ترک حج کو حلال سمجھے اور اس سے اس حدیث کو موضوع کہنا غلط ہو گا۔

الغرض یہ حدیثیں اولاً خود قابلِ استدلال نہیں ہیں۔ ثانیاً انکے

معنیٰ ہر تارک کے نہیں ہیں بلکہ وہ تارکِ حج مراد ہے جو کہ مستحل ہو یعنی ترک فریضۂ حج کو حلال سمجھتا ہو۔ ایسا تارک بالاتفاق کافر ہو جاتا ہے۔ آیتِ مذکورہ میں: اگر مَن کفرَ سے تارکِ حج ہی مراد لیا جائے اور انکارِ حج اور جحود نہ لیا جائے جیسا کہ بعض اہلِ تفسیر نے کہا ہے تو کفر کا اطلاق ایسے تارکینِ فرض پر کفر بمعنیٰ: ضدِ احسان ہوگا۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے متعلق یکفرن العشیر فرمایا ہے اور آیتِ خلافت میں فمن کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفٰسقون فرمایا گیا ہے۔ اور یہی عادت قرآن شریف کی ہے کہ جب لفظ کفر نعمتِ الٰہیہ کے مقابلہ پر ذکر کیا جاتا ہے تو کفر سے ضد احسان یعنی ناشکری اور احسان فراموشی کرنا مراد ہوتا ہے۔ اس سے خروج از اسلام و ایمان مراد نہیں ہوتا۔ تفسیر مظہری میں ہے:۔

والظاھر انہ وضع من کفر موضع لم یحج تاکیداً الوجوبہ و تغلیظاً علی تارکہ و معنی کفر انہ لم یشکر المنعم علی صحۃ جسمہ و سعۃ رزقہ۔

(ج ۲ صنللہ)

اور ظاہر ہے کہ حج کے وجوب کی تاکید کیلئے اور تارکِ حج کی سرزنش کیلئے اللہ تعالیٰ نے لم یحج کے بجائے من کفر فرمایا ہے اور آیت میں کفر کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس نے اپنے جسم کی تندرستی اور وسعتِ رزق پر اپنے منعمِ حقیقی کا شکریہ ادا نہیں کیا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری باب کفران العشیر میں فرماتے ہیں:۔

واعلم ان الشرع اطلق الکفر علیٰ ماسوی الانواع الاربعۃ وھو کفران الحقوق والنعم فمن ذٰلک ھذا الحدیث الذی فی الباب وحدیث اذا ابق العبد من موالیہ فقد کفر وحدیث لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض واشباہ ذٰلک وھٰذا مراد البخاری بقولہ وکفر دون کفر الخ۔ (جلد اول صفحہ ۱۷ شرح البخاری)	جان لو کہ شریعت نے مذکورہ بالا چاروں قسموں کے علاوہ اور اعمال کے ترک پر بھی کفر کا اطلاق کیا ہے اور وہ حقوق اور نعمتوں کا کفران کرنا ہے۔ منجملہ ان کے باب مذکور کی یہ حدیث بھی ہے اور یہ حدیث بھی کہ جب غلام اپنے مالک کے پاس سے بھاگ جائے تو اس نے کفر کیا اور یہ حدیث بھی کہ میرے بعد کافر ہو کر واپس ہو کر تم میں سے بعض بعض کی گردن مارنے لگیں اور اسی کی طرح اور روایتیں ہیں۔ اور اپنے قول کفر دون کفر سے امام بخاری کی یہی مراد ہے۔

اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس جگہ تارک حج پر تغلیظ اور تشدید کی بناء پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے یعنی بطور مجاز مرسل یا تشبیہ یا کنایہ میں لفظ بولا گیا ہے۔ حقیقت مراد نہیں ہے۔ جیسے کہ بے وقوف کو "گدھا" کہا جاتا ہے اور تکلیف پر "مرجانا" بولا جاتا ہے۔ تفسیر مظہری میں ہے:۔

وتسمية ترك الحج كفراً من حيث انه فعل الكفرة ۔

(جلد ۲ صفحہ ۱۰)

اور ترک حج کو کفر کے عنوان سے بیان کرنا اس اعتبار سے ہے کہ یہ کافروں کا فعل ہے ۔

نیز یہ قول حضرت عمر رضؓ کا بھی کتب متداولہ حدیث میں موجود نہیں ہے۔ نہ اُس کی سند اور راویوں کا پتہ ہے کہ اُن کے رجال کی تحقیق کی جائے اور پھر حضرت عمرؓ نے اس پر عمل بھی نہیں کیا۔ یہ صرف اپنی خواہش کا اظہار کیا ہے ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ۔

پھر فرماتے ہیں :۔

"اللہ تعالیٰ کے اس فرمان اور رسول و خلیفۂ رسول کی اس تشریح سے آپکو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ یہ ایسا فرض نہیں ہے کہ جی چاہے تو ادا کیجئے ، اور نہ چاہے تو ٹال دیجیے۔"

(خطبات ص ۱۸۶)

یہاں بھی مودودی صاحب تلبیس سے کام لیتے ہیں اگر ان کی مراد ٹال دینے سے یہ ہے کہ اس کو ہمیشہ کیلئے ترک کر دے ۔ تو ایسا فرض تو کوئی ہوتا ہی نہیں ۔ فرض تمام ارباب مذاہب کے نزدیک وہی ہے جس کا کرنا ضروری ہے ، ترک کرنا جائز ہی نہیں ہوتا ۔ ترک کرنے سے انسان عذاب خداوندی کا مستحق ہوتا ہے ۔ اور اگر مراد ٹال دینے سے مؤخر کرنا ہے تو یہ امر تو ائمۂ مذاہب

میں برابر مختلف فیہ چلا آتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحؒ اور امام مالکؒ اس کو فرض علی الفور کہتے ہیں اور امام شافعیؒ اور ان کے موافقین اس کو فرض علی التراخی فرماتے ہیں مگر کوئی بھی اس کا قائل نہیں جس کو مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ حج کا ترک کرنیوالا باوجود استطاعت کافر ہو جاتا ہے۔ اس کی موت یہودی اور نصرانی جیسی ہے وہ اس کا مستحق ہے کہ اس پر جزیہ لگا دیا جائے۔ وہ مسلمان نہیں ہے۔ یہ مذہب فقط خوارج اور معتزلہ ہی کا ہے جس کو مودودی صاحب نے اختیار کیا ہے کہ تارک حج قطعاً مسلمان نہیں ہے، اُس کا اپنے کو مسلمان کہنا جھوٹ ہے۔ جو شخص اس کو مسلمان سمجھتا ہے وہ قرآن سے جاہل ہے۔ یہاں تو مودودی صاحب تارکِ حج کو صرف مجازاً یا کنایۃً کافر نہیں قرار دیتے بلکہ قطعی طور پر خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ ص ۱۸۶ میں فرماتے ہیں :-

"جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج کو ٹالتے رہتے ہیں اور ہزاروں مصروفیتوں کے بہانہ کر کر کے سال پر سال یونہی گذارتے چلے جاتے ہیں اُن کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیئے۔ رہے وہ لوگ جن کو عمر بھر کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ حج بھی کوئی فرض اُن کے ذمّہ ہے۔

کعبہ یورپ کو آتے جاتے حجاز کے ساحل سے

بھی گذر جاتے ہیں جہاں سے مکہ صرف چند گھنٹوں کی مسافت
پر ہے اور پھر حج کا ارادہ تک ان کے دل میں نہیں گذرتا.
وہ قطعاً مسلمان نہیں ہیں جھوٹ کہتے ہیں اگر اپنے آپ کو
مسلمان کہتے ہیں اور قرآن سے جاہل ہے جو انہیں مسلمان
سمجھتا ہے. ان کے دل میں اگر مسلمانوں کا درد اٹھتا ہو تو
اٹھا کرے۔ اللہ کی اطاعت اور اس کے حکم پر ایمان کا جذبہ
تو بہر حال ان کے دل میں نہیں ہے۔" (خطبات ص۱۸۶)

مودودی صاحب ان تارکین حج کو قطعی طور پر اسلام سے خارج فرماتے
ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو شخص ایسوں کو مسلمان سمجھتا ہے وہ قرآن سے
جاہل ہے. کیا یہ تشدد اور دائرۂ اسلام سے قطعی طور پر خارج کر دینا اہل
اعتزال اور خوارج ہی کا مذہب اور طریقہ نہیں ہے. کیا اس عبادت سے
اور اس کے اس سیاق سے جس کو ہم نے حسب ارشاد مودودی صاحب
صفحہ ۱۸۵ سطر ۱۲ سے نقل کیا ہے. یہی امر واضح نہیں ہے کہ مودودی صاحب
ان تارکین حج کو دائرۂ اسلام سے یقینی طور پر اور بلاشک وشبہ خارج
فرماتے ہیں.

یہاں یہ کہنا کہ لوگوں کو حج پر اکسانے اور ترک حج سے ڈرانے کے
لئے تغلیظاً یہ کہا گیا ہے بالکل غلط تاویل ہے. یہ الفاظ بالکل اس کی

مساعدت نہیں کرتے. تغلیظاً جو الفاظ کہے جاتے ہیں ان کے معنیٰ مجازیہ یا کنائیہ مراد ہوتے ہیں. صرف ڈرانے اور رد کرنے کے لئے سخت الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں حقیقت اور قطعیت وہاں مراد نہیں ہوتی. مگر یہاں تو فرمایا جاتا ہے "وہ قطعاً مسلمان نہیں ہیں الخ" جن مفسّرین نے آیتِ مذکورہ کے متعلق تغلیظ کے طور پر کفر وغیرہ کا لفظ استعمال کیا ہے. وہ صاف فرماتے ہیں کہ یہ تہدید مشابہت لفعل الکفار والیہود والنصاریٰ کی وجہ سے ہے وہ دراصل نہ کافر ہوا ہے اور نہ اس سے کافرانہ معاملہ کیا جائے گا. وہ مریگا تو مسلمانوں پر فرض ہوگا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں اس کو مسلمانوں کے مقبرہ میں دفن کریں وغیرہ وغیرہ. اگر ایسا نہ کریں گے تو سب مسلمان گنہگار ہوں گے. نیز میراث وغیرہ احکام جاری ہوں گے. دیکھو شرح عقائد وغیرہ.

بے شک ایسے لوگ سخت گنہگار اور فاسق ہیں. لیکن ان کو مرتد اور دائرۂ اسلام اور اہلِ قبلہ سے خارج نہیں کہا جا سکتا. یہ انتہائی تشدد ہے، اور بعینہٖ خارجیوں اور اہلِ اعتزال کا مسلک ہے.

پھر مودودی صاحب فرماتے ہیں:-

"اب فرمائیے اس عبارت پر خارجیت اور اعتزال کا جو فتویٰ مولانا صاحب نے جڑ دیا ہے اس کی زد کہاں کہاں پڑتی ہے.

کیا میں مولانا کو خدا سے اتنا بے خوف فرض کروں کہ یہ سب پڑھ لینے کے بعد بھی وہ اس منفتیانہ تیر اندازی کی جسارت کرگذرتے۔
(ترجمان القرآن جلد ۳ ص ۶)

مذکورہ بالا بیانِ واضح سے بخوبی واضح ہو گیا کہ یہ فتویٰ خارجیت واعتزال صرف مودودی صاحب ہی کے کلام پر عائد ہوتا ہے جس میں کوئی موقع تاویل کا نہیں چھوڑا گیا ہے۔ اور صراحۃً خوارج اور معتزلہ کی ہمنوائی کی گئی ہے۔ اسلافِ کرام اس سے کوسوں دور ہیں۔

(۲) تارکینِ زکوٰۃ کے متعلق فرمایا جاتا ہے :۔

"اور جس کا دل اتنا تنگ ہے کہ وہ اتنی ذراسی قربانی بھی خداوندِ عالم کے لئے برداشت نہیں کرسکتا وہ اللہ کے کسی کام کا نہیں وہ ہرگز اس لائق نہیں کہ اہلِ ایمان کی جماعت میں داخل کیا جائے وہ تو ایک سڑا ہوا عضو ہے جسے جسم سے الگ ہی کردینا بہتر ہے ورنہ سارے جسم کو سڑادیگا۔ یہی وجہ ہے کہ سرکار رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب عرب کے بعض قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس طرح جنگ کی جیسے کافروں سے کی جاتی ہے حالانکہ وہ لوگ نماز پڑھتے تھے۔

اور خدا اور رسول کا اقرار کرتے تھے. اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے بغیر نماز، روزہ اور ایمان کی شہادت سب بے کار ہیں. کسی چیز کا بھی اعتبار نہیں۔" (خطبات ص ۱۲۶ و ۱۲۷)

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

من شهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له وان محمدا عبده ورسوله وان عيسى عبد الله ورسوله وابن امته وكلمته القاها الى مريم وروح منه وان الجنة حق والنار حق ادخله الله الجنة على ما كان من العمل۔

(متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۱۳ مسلم ص ۴۳ ج ۱)

(عن عبادۃ بن الصامت رضؓ بخاری ص ۴۸۹ ج ۱)

جس شخص نے گواہی دی کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ وحدہٗ لا شریک کے اور اس بات کی گواہی دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں. اور اس بات کی کہ بیشک حضرت عیسیٰ ؑ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کی بندی کے لڑکے ہیں. اور اللہ کا کلمہ ہیں جس کو حضرت مریم علیہا السّلام کے پاس بھیجا. اور اللہ کی مخلوق روح ہیں اور اس بات کی گواہی دی کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے. جس عمل پر بھی ہو اُسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا.

کیا تعجب کی بات نہیں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ذرہ برابر ایمان کو بھی کار آمد اور خلود فی النار سے نجات دہندہ فرمائیں.

اور نص قرآنی فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ فرمائے اور مودودی صاحب ان سب کو بغیر زکوٰۃ دینے کے ایسا بیکار قرار دیں کہ کسی چیز کا اعتبار ہی نہیں ۔ نہ شہادت لا الٰہ الا اللہ کا کوئی اعتبار رہے نہ اقرار رسالت محمدیہ (علیہ الصّلوٰۃ والسّلام) سے کوئی نفع ہے نہ دیگر اعمالِ صالحہ نماز، روزہ، جہاد فی سبیل اللہ، شہادت فی سبیل اللہ وغیرہ وغیرہ کا۔ وہ تمام احادیث اور نصوصِ صحیحہ اور آیاتِ صریحہ جو اِن اُمور کے متعلق وارد ہوئی ہیں، سب لغو اور بیکار اور فضول قرار دیتے ہیں ۔ اس تکفیر اور تشدد کا ٹھکانا کیا ہے۔

مذکورہ عبارت اور اُس کے مؤکدات وغیرہ پر غور فرمائیے کیا یہ سب نہایت زور دار طریقہ پر بلند آواز سے کہہ نہیں رہے ہیں کہ تارکِ زکوٰۃ مودودی صاحب کے نزدیک خارج از اسلام اور کافر قطعی ہیں ۔

نوٹ :۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جنگ کے متعلق مودودی صاحب غلطی پر ہیں ۔ وہ لوگ صرف تارکِ زکوٰۃ نہیں بلکہ منکرِ فرضیتِ زکوٰۃ بھی تھے ۔ اور جب اُن کو اس عقیدہ سے روکا گیا تو جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ حافظ ابنِ حجر شرح بخاری میں مرتدینِ عرب کی تفصیل لکھتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

والصنف الثالث استمروا على	اور تیسری قسم مرتدوں کی وہ لوگ تھے

الاسلام لکنهم جحدوا الزکوٰۃ وتاولوا بانها خاصۃ بزمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهم الذین ناظر عمر ابا بکر فی قتالهم کما وقع فی حدیث الباب اھ

جو کہ اسلام پر قائم رہے مگر انہوں نے زکوٰۃ سے جحود اور انکار کیا اور یہ تاویل کی کہ زکوٰۃ زمانۂ نبویہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے مخصوص تھی اور وہ وہی لوگ تھے جن کے متعلق حضرت عمر اور ابوبکر رض میں اُن سے جنگ کرنے میں مناظرہ ہوا تھا۔ جیسا کہ اس باب میں ذکر کیا گیا ہے۔

(فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۴۴)

یہی بات حافظ ابن حجر نے ابن حزم اور قاضی عیاض وغیرہ سے نقل فرمائی ہے۔ امام نووی رح فرماتے ہیں:-

والصنف الآخر هم الذین فرقوا بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ فاقروا بالصلوٰۃ وانکروا فرض الزکوٰۃ ووجوب ادائها الی الامام هؤلاء علی الحقیقۃ اهل البغی وانما لم یدعوا بهذا الاسم فی ذلک الزمان خصوصا لدخولهم فی غمار اهل الردۃ

اور دوسری جماعت مرتدوں کی وہ لوگ تھے جنہوں نے زکوٰۃ اور نماز میں فرق کیا تھا۔ نماز کا اقرار کیا تھا اور زکوٰۃ کی فرضیت اور اس کے واجب ہونے کا انکار کیا تھا (یعنی امام کو دینے کا) یہ لوگ حقیقتاً باغی لوگ تھے مگر اس نام سے پُکارے نہیں گئے، کیونکہ یہ لوگ مرتدوں کے جگھٹوں میں داخل ہو گئے تھے۔

فاضیف الاسم فی الجملۃ الی المرتدۃ اذکانت اعظم الامرین واھمھا۔
(شرح مسلم للنووی جلد اول ص۳۸)

اس لئے اُن کو مرتدوں کا نام دیا گیا، کیونکہ ہر دو نوں امور میں یہ بڑا امر تھا۔

صفحہ ۲۲۵ میں فرماتے ہیں :-

وانما قاتلھم الصدیق ولم یعذرھم بالجھل لانھم نصبوا القتال فجھز الیھم من دعاھم الی الرجوع فلما اصروا قاتلھم قال المازری ظاھر السیاق ان عمر کان موافقاً علی قتال من جحد الصلوٰۃ فالزمہ الصدیق بمثلہ فی الزکوٰۃ لورودھما فی الکتاب والسنۃ مورداً واحداً اھ۔
(جلد ۱۲ ص۲۴۵)

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فقط اس وجہ سے ان سے جنگ کیا اور نادانی کی بنا پر ان کو معذور نہیں قرار دیا کیونکہ انھوں نے جنگ سے مقابلہ کیا تو حضرت ابوبکر نے ایسے لوگوں کو بھیجا جنہوں نے اُن کو اُن کے عقیدہ سے لوٹنے کی طرف بلایا مگر جب وہ اپنے اعمال پر اصرار کرتے رہے تو ان سے جنگ کیا۔ مازری فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت عمرؓ اس بات کے موافق تھے کہ جو نماز کا انکار کرے اس سے قتال کیا جائے تو حضرت صدیقؓ نے زکوٰۃ کو بھی اس کا مثل قرار دیا کیونکہ دونوں ایک ہی درجہ میں کتاب اللہ اور

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد ہوئے ہیں۔

(۳) "اہل ایمان صرف وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں ان دو ارکان اسلام سے جو لوگ روگردانی کریں ان کا دعوئ ایمان ہی جھوٹا ہے۔" (خطبات ص ۱۳)

کیا یہ بعینہ خارجیوں اور معتزلہ کا مذہب نہیں ہے۔

(۴) "سن لیا آپ نے کوئی شخص مسلمانوں کا دینی بھائی بن ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ اقرار ایمان کر کے عملاً نماز اور زکوٰۃ کی پابندی نہ کرے۔ ایمان، نماز اور زکوٰۃ یہ تینوں چیزیں مل کر ایمانداروں کی جماعت بناتی ہیں۔ جو لوگ ان تینوں کے پابند ہیں وہ اس پاک جماعت کے اندر ہیں۔ اور انھیں کے درمیان دوستی، محبت و رفاقت اور مددگاری کا تعلق ہے اور جو ان کے پابند نہیں ہیں وہ اس جماعت کے باہر ہیں۔ خواہ وہ نام کے مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔" (خطبات ص ۱۳۱)

اس تحریر میں غور فرمائیے کہ کس طرح عملاً نماز اور زکوٰۃ کی پابندی نہ کرنے والوں کو دائرۂ اسلام اور اس کی جماعت سے نکال رہے ہیں۔ کیا یہی خوارج اور معتزلہ کا مذہب نہیں ہے۔

(۵) "بہت سے مسلمان سمجھتے ہیں کہ نماز نہ پڑھ کر اور زکوٰۃ

نزدیک بھی وہ مسلمان رہتے ہیں، مگر قرآن اسکی صاف الفاظ
میں تردید کرتا ہے۔ قرآن کی رُو سے کلمہ طیبہ کا اقرار ہی بے
معنی ہے۔ اگر آدمی اس کے ثبوت میں نماز اور زکوٰۃ کا پابند
نہ ہو، اسی بنار پر حضرت ابوبکر نے زکوٰۃ سے انکار کرنے
والوں کو کافر سمجھ کر اُن کے خلاف تلوار اٹھائی تھی۔ جیسا میں
ابھی آپ سے بیان کرچکا ہوں۔" (خطبات ص۱۳۳)

یہ مودودی صاحب کی غلط فہمی یا تلبیس ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
نے تارکین زکوٰۃ کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی تھی بلکہ منکرین فرضیت زکوٰۃ کے
خلاف تلوار اٹھائی تھی۔ امام بخاری نے ص۱۰۲۳ باب قتل من ابی قبول
الفرائض وما نسبوا الی الردۃ میں صاف طرح اس کی تصریح فرمائی ہے
جیسا کہ ہم شرح بخاری سے نقل کرچکے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
نے ان لوگوں کے خلاف تلوار اٹھائی تھی جو کہتے تھے کہ نماز تو ہمیشہ کیلئے
فرض ہے مگر زکوٰۃ زمانہ نبوی میں فرض تھی اب نہیں ہے۔ یہ لوگ نماز
اور زکوٰۃ میں فرق کرتے تھے اور جب اِن کو سمجھایا گیا تو جنگ کرنے کیلئے
آمادہ ہوگئے اور اپنے مسلک پر اڑے رہے ایسے لوگ بالاتفاق کافر اور
مرتد تھے۔

(۶) صحابہ کرام کو ابتدا میں شبہ تھا کہ آیا وہ مسلمان جو خدا اور

رسول کا اقرار کرتا ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے۔ ان لوگوں کے زمرہ میں شامل کیا جا سکتا ہے یا نہیں جن پر تلوار اٹھانے کا حکم ہے مگر جب حضرت ابوبکر جن کو اللہ نے مقام نبوت کے قریب درجہ عطا فرمایا تھا اپنی بات پر اڑ گئے۔ اور انھوں نے اصرار کے ساتھ فرمایا کہ خدا کی قسم اگر یہ لوگ اس زکوٰۃ میں سے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دیا کرتے تھے اونٹ باندھنے کی ایک رسّی بھی روکیں گے تو میں ان پر تلوار اٹھاؤنگا تو بالآخر تمام صحابہ کے دلوں کو اللہ نے حق کیلئے کھولدیا اور سب نے یہ بات تسلیم کرلی کہ زکوٰۃ سے انکار کرنے والے پر جہاد کرنا چاہیے۔" (خطبات ص۱۳۴)

(یہاں بھی وہی غلط فہمی اور تلبیس عمل میں لائی گئی ہے۔ وہ لوگ جن پر جہاد کیا گیا زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر تھے، ایسے لوگ بالاتفاق کافر اور مرتد ہیں۔ فقط تارک ادائے زکوٰۃ نہ تھے) مودودی صاحب نے پہلا ظلم تو یہ کیا کہ زکوٰۃ نہ دینے کو انکارِ زکوٰۃ قرار دیا اور دوسرا ظلمِ شدید یہ کیا کہ انکارِ زکوٰۃ کو انکارِ فرضیتِ زکوٰۃ قرار دیا حالانکہ ان تینوں میں فرقِ عظیم ہے۔

"قرآن مجید تو صاف کہتا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینا ان مشرکین کا کام ہے جو آخرت کے منکر ہیں۔ ویل للمشرکین الذین لا یؤتون

الزکوٰۃ وھم بالآخرۃ ھم کفرون (حٰمٓ سجدہ ۷)
تباہی ہے ان مشرکین کے لئے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت
سے منکر ہیں۔ (خطبات ص ۱۳۴)

(یہاں بھی مطلق زکوٰۃ نہ دینے والوں کو مشرک قرار نہیں دیا گیا ہے بلکہ اُن تارکین زکوٰۃ کو مشرک کہا گیا ہے جو کہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے مگر مودودی صاحب صرف زکوٰۃِ مال کے ترک کو شرک قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ نہ دینا ان مشرکین کا کام ہے جو آخرت کے منکر ہیں) حالانکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت میں زکوٰۃ کی تفسیر زکوٰۃ مالی نہیں بلکہ زکوٰۃِ نفسانی کے ساتھ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں الذین لا یقولون لا الٰہ الا اللہ وھی زکوٰۃ الانفس والمعنی لا یطھرون انفسھم عن الشرک بالتوحید اھ تفسیر مظہری۔ دوسری تفسیر دوں پر چونکہ جملہ وھم بالآخرۃ ھم کافرون جملہ حالیہ واقع ہوا ہے اور حال ہمیشہ قید ذوالحال کے لئے ہوتا ہے اس لئے یہ حکم شرک کا فقط ان تارکینِ زکوٰۃ مالی کے لئے ہوگا جو کہ کفر بالآخرۃ بھی رکھتے ہیں ہر تارکِ زکوٰۃ کے لئے یہ حکم نہیں ہے۔ یہ تفسیر مودودی صاحب کی خوارج اور معتزلہ کی ہے اور خلاف نظمِ قرآنی ہے۔ بیضاوی کہتا ہے "وھم بالآخرۃ ھم کافرون۔ حال معشرۃ بان امتناعھم عن الزکوٰۃ لاستغراقھم فی طلب الدنیا وانکارھم للآخرۃ (سورۃ السجدہ ۷ ص ۲۶۳) یعنی یہ جملہ سابق کیلئے

حال واقع ہوا ہے جو کہ بتلاتا ہے کہ اُن کا زکوٰۃ دینے سے رُکنا دنیا کی محبت اور طلب میں ڈوبے رہنے اور آخرت کے انکار کی وجہ سے ہے۔

(۷) "اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں کسی ایسے شخص کے مسلمان سمجھے جانے کی گنجائش نہیں ہے جو کہ نماز نہ پڑھتا ہو۔"

(خطبات ص ۸۵)

غور فرمائیے کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا اگرچہ وہ توحید و رسالت اور جملہ عقائدِ اسلامیہ کا ماننے والا ہو۔ مگر عمل میں قاصر ہو تو اُس کو ملتِ اسلامیہ سے خارج فرماتے ہیں۔ کیا یہی مذہب خوارج اور معتزلہ کا نہیں ہے۔

(۸) "اگر وہ خدائی پریڈ کا بِگل سُن کر جنبش نہیں کرتے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ اسلام کی عملی زندگی کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اس کے بعد اُن کا خدا کو ماننا اور رسول کو ماننا محض بے معنی ہے۔ اسی بناء پر قرآن میں ارشاد ہے کہ انها لكبيرة الا على الخاشعين یعنی جو لوگ خدا کی اطاعت و بندگی کیلئے تیار نہیں ہیں صرف اُنہی پر نماز گراں گذرتی ہے اور جس پر نماز گراں گذرے وہ خود اس بات کا ثبوت پیش کرتا ہے کہ وہ خدا کی بندگی و اطاعت کے لئے تیار نہیں ہے۔"

(خطبات ص ۸۵، ۸۶)

اس میں صاف طور پر بتلایا گیا ہے کہ اگر کسی پر کسل اور سستی کی وجہ سے نماز

پڑھنے میں گرانی ہوئی اور اس نے نماز اور جماعت کی پابندی میں کوتاہی کی تو اگرچہ وہ توحید اور رسالت کا قائل اور عقائد اسلامیہ کا پابند ہے اس کا کلمہ پڑھنا، اور عقائد اسلامیہ کا پابند ہونا سب فضول اور بیکار ہے۔ حالانکہ آیات اور احادیث اس کو رد فرماتی ہیں۔ نیز وَانّہا لکبیرۃ سے جو معنی مودودی صاحب نے نکالے ہیں وہ بھی نہایت عجیب وغریب اور طبعزاد ہیں۔

مودودی صاحب کے حدود شرعیہ سے متجاوز ہونیوالے تشددات میں اور خوارج اور معتزلہ کے تشددات میں فرق ہی کیا ہے۔۔

بھیہ مولانا امام الدین صاحب رام نگری کی گل افشانی کو ملاحظہ فرمائیے جو کہ مودودی صاحب کی تائید میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہوئے عام مسلمانوں کو گمراہی کے گڑھوں میں ڈھکیل رہے ہیں۔ اپنے رسالہ خود دیوبند کا تحقیقی جائزہ، صفحہ ۳۰ میں ارشاد فرماتے ہیں

"حقیقت یہ ہے کہ ہر طبقہ کے اکابر امت میں ایسے حضرات ہوئے ہیں جو اعمالِ صالحہ کو جزوِ ایمان سمجھتے تھے۔ اسی مسئلے کی ایک بحث یہ ہے کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے یا ایک حالت پر رہتا ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کتاب الایمان کی ابتداء ہی میں فرمایا ہے وھو قول وفعل" یزید وینقص۔ ایمان قول وعمل دونوں کا نام ہے

اور وہ گھٹتا بڑھتا بھی ہے اور اپنے دعوے کے ثبوت میں پچاس سے اوپر دلیلیں پیش کی ہیں اور اکثر اعمال جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کا اطلاق کیا ہے ان کو تراجم الابواب میں علیٰحدہ علیٰحدہ ذکر فرمایا ہے۔ زمانہ صحابہ وتابعین میں عام طور پر اکابر امت ایمان کے گھٹنے بڑھنے اور اعمال کے جزوِ ایمان ہونے کے قائل تھے۔ حضرت امام بخاری کا بیان ہے کہ میں نے ایک ہزار سے زائد شیوخ ومحدثین سے صحبت وتلمذ کا شرف حاصل کیا ہے۔ جو "الایمان قول وعمل یزید وینقص" کے قائل تھے، حضرت امام بخاریؒ کے علاوہ جن بزرگوں کا یہ عقیدہ تھا ان میں سے بعض مشاہیر کے نام یہ ہیں، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ، حضرت امام مسلمؒ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہم۔ لیکن مولانا مودودی کو خارجی اور معتزلی بنانے کے شوق میں مستفتی تو مستفتی ہمارے مفتیانِ کرام نے بھی اسکی پرواہ نہ کی کہ خارجیت اور اعتزال کے جو تیر چلائے جارہے ہیں وہ کن کن پاک سینوں کو اپنا ہدف بنائیں گے ؎

ہیں اس عارفانہ تجاہل کے صدقے :: ہر اک دل کو توڑا مرا دل سمجھ کر

اس تحریر میں مولانا امام الدین صاحب سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ انکے نزدیک اعمال جزوِ ایمان ہیں۔ اور جب کہ جزو جاتا رہتا ہے تو کل بھی فوت ہوجاتا ہے۔ اس لئے تارک عمل سے ایمان بالکل نکل جاتا ہے تو مودودی صاحب کا تارک نماز، تارکِ زکوٰۃ، تارکِ حج وغیرہ کو خارج از اسلام قرار دینا تغلیط نہیں ہو سکتا بلکہ واقعی ہی ہے۔ یہی تو خوارج اور معتزلہ کا مذہب ہے۔ اور اسی کو مولانا رام نگری صاحب نے مولانا مودودی صاحب کیلئے ثابت کردیا جس کو ہم نے کہا تھا۔ اب ان کی تاویلات ہباءً منثورا ہوگئیں۔

تعجب کی بات ہے کہ مولانا امام الدین صاحب رام نگری موصوف باوجود ان بلند بانگ دعاوی کے اس سے بھی واقف نہیں ہیں کہ جو حضرات محدثین امام بخاری وغیرہ اور شافعیہ، حنابلہ وغیرہ اسلافِ اہلِ سنت والجماعت اعمالِ صالحہ کو جزوِ ایمان قرار دیتے ہیں وہ کونسا ایمان ہے، آیا نفس ایمان اور اس کی صحت ہے یا کمالِ ایمانی اور اس کا مکمل ہونا اور آیا اعمال کو یہ حضرات جزو متقوم قرار دیتے ہیں یا جزو مکمل، اور اختلاف اہل سنت متکلمین اور محدثین شافعیہ وغیرہ کا اختلاف حقیقی ہے یا لفظی اور ان کا نزاع خوارج اور معتزلہ سے کس ایمان کے متعلق ہے، ہم نے اسی لئے رسالہ "مسلمان اگرچہ بے عمل ہو" میں شرح بخاری سے

تصریح نقل کردی تھی مگر افسوس کہ تلبیس عوام کے شوق میں رام نگری صاحب کو نہ
حقیقت امر کی خبر ہوئی نہ انھوں نے حافظ ابن حجر اور نووی کی تصریحات کو دیکھا
اور نہ اس پر غور کیا کہ اس عبارت سے ان کو فائدہ پہونچتا ہے یا نقصان ۔

واقعہ یہ ہے کہ محدثین امام بخاری وغیرہ اور شوافع اور حنابلہ اعمالِ
صالحہ کو ایمان کامل کا جزء قرار دیتے ہیں۔ اس لیۓ ان کے نزدیک اعمالِ
صالحہ میں خلل سے کمالِ ایمانی میں خلل ہوگا۔ نفسِ ایمان میں کوئی خلل نہیں ہوگا۔
لہٰذا نہ اس کی تکفیر ہوسکے گی اور نہ اس کو ایمان سے خارج کیا جاسکے گا اور
اسی طرح وہ اعمال کو جزءِ مکمل (تکمیل کرنے والا) مانتے ہیں۔ اس لئے ان
کے موجود ہونے سے کمالِ ایمانی تو پایا جائیگا مگر خلل واقع ہونے سے
نفسِ ایمان میں خلل نہ ہوگا۔ البتہ کمالِ ایمانی میں خلل ہوگا۔ اس کا انکار
متکلمین اور احناف بھی نہیں کرتے۔ متکلمین اور احناف نفس ایمان اور
اس کی صحت کے جزء ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ اور ایمان کو بسیط
غیر جزء متقوم والا مانتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک ایمان فقط اعتقاد
قلبی اور تصدیق ہے۔ اسی سے اس کا وجود اور اس کی صحت ہوتی ہے
اسی لیۓ اسلاف اہل سنت میں اختلاف حقیقی نہیں ہے۔ البتہ خوارج اور
معتزلہ اعمال صالحہ کو نفس ایمان کا جزء قرار دیتے ہیں۔ اسی لئے اہلِ
سنت کا خوارج ومعتزلہ سے حقیقی اختلاف ہے۔ اسی بناء پر خوارج اور

معتزلہ اعمال کے ترک پر ایمان کے زوال کا حکم دیتے ہیں اور اہل سنت محدثین اور شافعیہ اور احناف و متکلمین نفس ایمان کو باقی رکھتے ہوئے اعمال صالحہ کے فوت سے کمالِ ایمانی کے نقصان کے قائل ہیں۔ اور اسی وجہ سے امام بخاریؒ فرماتے ہیں :۔

المعاصی من امور الجاهلیة ولا یکفر صاحبها بارتکابها الا بالشرك .

گناہ جاہلیت کے امور میں سے ہیں اور بجز شرک کے اور کسی گناہ کا مرتکب کافر نہیں کہلائے گا۔

اگر امام بخاری اور محدثین اعمالِ صالحہ کو مثل خوارج وغیر نفس ایمان کا جزء قرار دیتے ، جیساکہ رام نگری صاحب فرماتے ہیں۔ تو پھر لا یکفر صاحبہا الخ کے کوئی معنی ہی نہیں رہتے۔ فتح الباری شرح بخاری جلد اوّل صفحہ ۴۴ میں حافظ ابن حجر شافعی لکھتے ہیں :۔

فالسلف قالوا هو اعتقاد بالقلب ونطق باللسان وعمل بالارکان واردوا بذلك ان الاعمال شرط فی کماله ومن ههنا نشاء لهم القول بالزیادة والنقص والمعتزلة

سلف یعنی محدثین شوافع وغیرہ کہتے ہیں کہ ایمان قلبی اعتقاد اور زبانی اقرار اور اعضاء کے عمل کا نام ہے۔ اور اعمال کو کمال ایمانی کے لئے شرط قرار دیتے ہیں اور اسی وجہ سے وہ زیادتی اور کمی کے قائل ہوئے ہیں۔

قالوا هو العمل والنطق والاعتقاد والفارق بينهم وبين السلف انهم جعلوا الاعمال شرطاً فی صحته والسلف جعلوها شرطاً فی کماله۔

معتزلہ (اور خوارج) کہتے ہیں کہ ایمان نام ہے عمل اور اعتقاد کا اور ان میں اور سلف (اہل سنت محدثین و شوافع وغیرہ) میں فرق یہ ہے کہ معتزلہ (اور خوارج) وغیرہ نے اعمال کو شرط صحت ایمان کے لئے کیا ہے۔ اور سلف (محدثین اور شوافع وغیرہ نے) شرط کمال قرار دیا ہے۔

ایمان کے گھٹنے بڑھنے کا مسئلہ بھی ایمان کے کمال کے گھٹنے بڑھنے کا ہے۔ نفس ایمان اور اس کی صحت کا نہیں ہے۔ سلف (محدثین و شوافع وغیرہ) ایمان کامل کے گھٹنے اور بڑھنے کے قائل ہیں۔ یعنی ان اعمال سے ایمان کا کمال گھٹتا اور بڑھتا ہے۔ جیسے کہ پھلوں اور پھولوں اور پتوں اور شاخوں سے درخت کا کمال بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے۔ مگر مودودی صاحب اور ان کے ہم نوا رام نگری صاحب اعمال سے نفس ایمان اور اسکی صحت کو مربوط قرار دیتے ہیں اور اُن کے خلل سے صحتِ ایمانی میں خلل بتاتے ہیں اور مثل خوارج و معتزلہ تارکین عمل

دائرہ صحت اسلام سے خارج کر دیتے ہیں اور اس کو سلف کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ مذہب نہ شوافع کا ہے نہ محدثین بخاری، امام احمد، امام مسلم اور اکابر امت وغیرہ کا۔ یہ نیز تو رام نگری صاحب اور مودودی صاحب نے ہی ان اکابر امت کے سینوں میں نافذ کیا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مولانا رام نگری صاحب اپنے رسالہ میں مودودی صاحب کے غلط کلام کو سمجھانے کے لئے ارشاد فرماتے ہیں:-

"آپ مولانا مودودی کی عبارت کا واقعی مقصد و مدعا سمجھنے کیلئے چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

العهد الذی بیننا و بینهم الصلوٰة فمن ترکها فقد کفر۔	ہمارے اور کافروں کے درمیان بجز فرق نماز ہی کا ہے، جس نے نماز چھوڑ دی وہ
(رواہ احمد والترمذی)	کافر ہو گیا۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہمارے سامنے خطبہ دیا تو یہ ضرور فرمایا:-

الا لا ایمان لمن لا امانۃ لہ	خبردار! اس میں کچھ ایمان نہیں
ولا دین لمن لا عہد لہ	جو امانت دار نہیں اور اس کا کچھ
(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)	دین نہیں جو عہد کا پابند نہیں۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لیس منا من لم یرحم	وہ ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں
صغیرنا ولم یوقر کبیرنا۔	پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی
(رواہ الترمذی)	توقیر نہ کرے۔

کیا فرماتے ہیں مفتی مہدی حسن صاحب ان احادیث کے بارے میں اور ان جیسی دوسری حدیثوں کے متعلق، کیا پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تارک الصلوٰۃ مسلمان نہیں ہے کیا دوسری حدیث کا یہ مطلب ہے کہ خائن اور بدعہد مسلمان میں ایمان اور اسلام کا کوئی حصہ نہیں اور تیسری حدیث کا یہ مطلب ہے کہ جو مسلمان چھوٹوں سے محبت اور بڑوں سے عزت کا سلوک نہیں کرتا، وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے جو مطلب ان حدیثوں کا ہے وہی مطلب مولانا مودودی کی اس عبارت کا ہے جس کی بنا پر مفتی صاحب نے جماعت

اسلامی کو خارجی اور معتزلی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ بالفاظِ دیگر مفتی صاحب نے ان حدیثوں پر خارجیت اور اعتزال کا حکم لگایا ہے۔ کیونکہ وہ عبارت بھی انہی حدیثوں کے اسلوب اور انداز میں لکھی گئی ہے، جس کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ مسلمان خدا کی نافرمانی سے بچیں اور ان میں اطاعتِ خدا اور رسول ؐ کی آمادگی پیدا ہو۔ (صفحہ ۱۰۲ تحقیقی جائزہ)

اب ہم ناظرین سے پُرزور اپیل کرتے ہیں کہ وہ ذرا غور کریں، آیا مودودی صاحب کی عبارتیں ان ہی حدیثوں کے اسلوب اور انداز کی ہیں اور ان کا وہی مطلب ہے جو ان حدیثوں کا ہے یا خوارج کے اسلوب اور انداز کو اختیار کیا گیا ہے اور وہی مطلب ڈھالا گیا ہے جو خوارج ڈھالا کرتے ہیں۔ صفحہ ۱۸۶ میں تارکینِ حج کے لئے فرماتے ہیں:-

" وہ قطعاً مسلمان نہیں ہیں، جھوٹ کہتے ہیں اگر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ قرآن سے جاہل ہے جو انھیں مسلمان سمجھتا ہے۔ ان کے دل میں اگر مسلمانوں کا درد اٹھتا ہو تو اٹھا کرے۔ اللہ کی اطاعت اور اس کے حکم پر ایمان کا جذبہ تو بہرحال ان کے دل میں نہیں ہے۔"

صفحہ ۱۲۶ و ۱۲۷ میں دربارہ تارکِ زکوٰۃ فرماتے ہیں :-

"وہ اللہ کے کسی کام کا نہیں، وہ ہرگز اس لائق نہیں کہ اہلِ ایمان کی جماعت میں داخل کیا جائے۔ وہ تو ایک سڑا ہوا عضو ہے جسے جسم سے علیٰحدہ کر دینا ہی بہتر ہے ورنہ سارے جسم کو سڑا دے گا۔ عرب کے بعض قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس طرح جنگ کی جیسے کافروں سے کی جاتی ہے۔ زکوٰۃ کے بغیر نماز روزہ اور ایمان کی شہادت سب بیکار ہیں، کسی چیز کا بھی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔"

صفحہ ۱۳۰ دربارۂ نماز و زکوٰۃ ارشاد ہوتا ہے :-

"ان دو ارکانِ اسلام سے جو لوگ روگردانی کریں ان کا دعوئ ایمان ہی جھوٹا ہے۔"

صفحہ ۱۳۱ میں دربارۂ بعد الاقرار بالایمان نماز و زکوٰۃ کی پابندی پر فرماتے ہیں :-

جو اذان کے پابند نہیں ہیں وہ اس جماعت (دینی بھائیوں) کے باہر ہیں خواہ وہ نام کے مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔

صفحہ ۱۳۳ دربارۂ تارک نماز و زکوٰۃ ارشاد ہوتا ہے :-

"بہت سے مسلمان سمجھتے ہیں کہ نماز پڑھ کر اور زکوٰۃ نہ
دیکر بھی وہ مسلمان رہتے ہیں مگر قرآن اس کی صاف
لفظوں میں تردید کرتا ہے. قرآن کی رُو سے کلمہ طیبہ کا اقرار
ہی بے معنیٰ ہے. اگر آدمی اس کے ثبوت میں نماز اور زکوٰۃ
کا پابند نہ ہو۔"

صفحہ ۱۳۳ دربارۂ ادائے زکوٰۃ فرماتے ہیں:۔
"اسی بنا پر حضرت ابوبکر رض نے زکوٰۃ سے انکار کرنے
والوں کو کافر سمجھ کر ان کے خلاف تلوار اٹھائی تھی۔"

صفحہ ۱۳۴ دربارۂ عدمِ ادائے زکوٰۃ فرماتے ہیں:۔
"صحابہ کرام کو ابتدا میں شبہ تھا کہ آیا وہ مسلمان جو خدا
اور رسول کا اقرار کرتا ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے ان لوگوں
کے زمرہ میں شامل کیا جا سکتا ہے یا نہیں جن پر تلوار اٹھانے
کا حکم ہے. مگر جب حضرت ابوبکر جن کو اللہ نے مقامِ نبوت
کے قریب درجہ عطا فرمایا تھا اپنی بات پر اڑ گئے اور
انھوں نے اصرار کے ساتھ فرمایا کہ خدا کی قسم اگر یہ لوگ
اس زکوٰۃ میں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں
دیا کرتے تھے، اونٹ باندھنے کی ایک رسّی بھی روکیں گے،

تو میں ان پر تلوار اٹھاؤں گا. بالآخر تمام صحابہ کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے حق کے لیۓ کھولدیا اور سب نے یہ بات تسلیم کرلی کہ زکوٰۃ سے انکار کرنے والے پر جہاد کرنا چاہیۓ."

صفحہ ۱۳۴ دربارہ ترک ادائے زکوٰۃ فرماتے ہیں :-

"قرآن مجید تو صاف کہتا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینا ان مشرکین کا کام ہے جو آخرت کے منکر ہیں. وویل للمشرکین الذین لا یؤتون الزکوٰۃ وھم بالآخرۃ ھم کافرون. تباہی ہے ان مشرکوں کیلیۓ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہیں."

صفحہ ۸۵ پر ارشاد ہوتا ہے :-

"اسلام میں کسی ایسے شخص کے مسلمان سمجھے جانے کی گنجائش نہیں ہے جو نماز نہ پڑھتا ہو."

صفحہ ۸۵ ، ۸۶ پر دربارہ عدم حضور جماعت نماز بعد اذان فرماتے ہیں :-

"اگر وہ خدائی پریڈ کا بگل سن کر جنبش نہیں کرتے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلام کی عملی زندگی کے لیۓ تیار نہیں

اس کے بعد ان کا خدا کو ماننا اور رسول کا ماننا معنیٰ ہے ہے"

رام نگری صاحب اس جگہ ان حدیثوں کو مودودی صاحب کی معصومیت کے لئے نظیر اور دلیل بنا کر انتہائی ظلم کرتے ہوئے نہایت تاریک پردہ ڈال رہے ہیں۔ ان احادیث میں جو لفظ استعمال کئے گئے ان کے معانی مراد یہ یا تو حقیقت ہیں یا مجاز متعارف یا کنایات مشہورہ اور استعارات معروفہ۔

چنانچہ کتب حدیث اور ان کی شروح کے دیکھنے والے جانتے ہیں کہ "من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر" میں کہا گیا ہے "من ترک الصلوٰۃ مستحلاً لترکہا" (جس نے ترک کو حلال جان کر نماز ترک کی) یا کہا گیا ہے "دلیوڈی الی الکفر دیوول الیہ" (یعنی یہ گناہ کفر تک پہونچا دے گا) یا "یخشی علیٰ تارکہا ان یموت کافراً"۔ (یعنی خوف ہے کہ ایسا شخص کافر ہو کر مرے گا) یا فعلہ مشابہ الکفر (یعنی اس کا کام کافروں کے کام کے مشابہ ہے) یا تارک الصلوٰۃ کالمرتد ولا یخرج من الدین" (یعنی وہ مرتد کے مشابہ ہوگا مگر دین سے نہ نکلے گا)۔ (یہ توجیہ حماد بن زید، مکحول، امام مالک، امام شافعی رحمہم اللہ نے کی ہے) یا "من ترکہا جحوداً"

(یعنی جس نے اس کو انکار کی وجہ سے ترک کیا) او علی الزجر والوعید (یعنی یہ حکم زجر اور وعید پر محمول ہے۔) یا اظہر الکفر (یعنی اس نے کفر کو ظاہر کیا۔) یا یستحق بترک الصّلوٰۃ عقوبۃ الکافر وھی القتل (یعنی وہ شخص نماز کے ترک کرنے کی وجہ سے کافر کی عقوبت کا مستحق ہوگیا یعنی قتل کا) یا الفرق بین المومن والکافر ترک اداء الشکر فعلیٰ ھذا الکافر بمعنی الکفران۔ (یعنی مومن اور کافر میں فرق شکر کے ادا کرنے کے چھوڑ دینے سے ہے۔ اس توجیہ پر لفظ کافر کفران سے ہے یعنی احسان فراموشی اور ناشکری ہے) یا کفر ای قارب الکفر یعنی کفر کے قریب ہوگیا وغیرہ ذلک۔

حدیث ثانی لا ایمانَ لمن لا امانۃ لہٗ میں احتمال یہ بھی ہے کہ لانفی جنس کا حقیقی معنیٰ میں یعنی ذات کے لئے ہو جیسا کہ رام نگری صاحب اس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں " مطلب یہ ہے کہ خائن اور بدعہد مسلمان میں ایمان اور اسلام کا کوئی حصہ نہیں" اور ممکن ہے کہ مجازی معنیٰ میں نفی کمال کے لیے ہو۔ یعنی بدعہد اور خائن مسلمان میں ایمان کامل نہیں مگر دوسرا معنیٰ مجاز متعارف ہے۔ بہت کثرت سے یہ صیغہ مستعمل اسی معنیٰ میں ہوتا ہے (قرآن شریف میں ہے انھم لا ایمان لھم (بے شک ان کی قسم، قسم نہیں ہے۔) حالانکہ اس سے پہلے فرمایا

گیا ہے۔ وان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم الآیۃ (اور اگر عہد کے بعد اپنی قسم کو توڑ دیں) حدیث شریف میں ہے "لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب" (بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز نہیں ہے) دوسری حدیث میں ہے "لا صلوٰۃ بجار المسجد الا فی المسجد" مسجد کے پڑوسی کی نماز بجز مسجد کے اور کہیں نہیں ہے۔) تیسری حدیث میں ہے "لا صلوٰۃ بحضرۃ طعام و لا ھو یدافعہ الاخبثان (م د عن عائشہ) حضرت عائشہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ کھانے کے سامنے آجانے کے وقت نماز نہیں ہے اور نہ اس حالت میں کہ پیشاب پاخانہ اس کو مجبور کر رہے ہوں) احادیث اس طرح کی بہت زیادہ ہیں۔ مثلاً لا صلوٰۃ لمن لا تشھد لہٗ (طبرانی فی الاوسط عن علی رضی اللہ عنہ) جس کا تشہد نہیں اس کی نماز نہیں ہے۔ لا صلوٰۃ لمن لا یطیع الصلوٰۃ وطاعۃ الصلوٰۃ ان تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر الدیلمی (عن ابن مسعودؓ) جس نے نماز کی اطاعت نہیں کی اس کی نماز، نماز نہیں ہے۔ اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ وہ نماز فحش اور منکر باتوں سے روکے۔ لا صلوٰۃ لمن سمع الندا ثم لم یأتہ الا من علۃ (الحاکم فی الکنیٰ عن جابر) جس نے اذان سنی اور اس اذان پر مسجد میں نہ آیا اس کی نماز نہیں ہے سوائے عذر کے، لا صلوٰۃ لمن صلےٰ خلف الصف فردا" (ابن قانع عن عبد الرحمٰن بن علی بن شیبان

صف کے پیچھے جس شخص نے نماز تنہا پڑھی اس کی نماز
(البیہقی فی السنن عن ابیہ عن جدہ)
نہیں ہے۔ اعد صلوتک لا صلوٰۃ لفرد خلف الصف
(عن ابن شیبان) اپنی نماز کو لوٹا اس لئے کہ صف کے پیچھے تنہا آدمی کی
نماز نہیں ہے۔ لا سمر الا لمصل او مسافر (امام احمد بن حنبل فی
مسندہ) بجز نمازی اور مسافر کسی کے لئے عشاء کے بعد قصہ گوئی نہیں
ہے۔ لا سمر بعد العشاء الا لاحد رجلین مصل او مسافر (عبد الرزاق
وابو نعیم فی الحلیۃ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ) لا صلوٰۃ لمن لم یمس انفہ
الارض ما یمس الجبین (البیہقی فی السنن عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)
سجدے میں صرف پیشانی زمین پر لگانے سے نماز نہیں ہے جب تک
کہ ناک کو زمین پر نہ لگائے) لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بام القرآن
فصاعداً (مسلم، ابوداؤد ونسائی عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ)
جس نے نماز میں سورۂ فاتحہ یا زیادہ نہیں پڑھا اس کی نماز نہیں ہے۔
لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ فی کل رکعۃ الحمد وسورۃ فی فریضۃ او
غیرھا (ابن ماجہ عن ابی سعید) جس نے فرض یا اس کے علاوہ نمازوں
کی ہر رکعت میں الحمد اور سورۃ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہے۔
لا صلوٰۃ لمن لا یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداج فہی خداج
فہی خداج غیر تمام (امام احمد فی مسندہ ومسلم فی صحیحہ عن ابی ہریرۃ)

جو شخص الحمد کو نماز میں نہ پڑھے اسکی نماز نہیں ہے، وہ ناقص
وہ ناقص ہے، وہ ناقص ہے، پوری نہیں ہے۔

لوگوں کے کلام میں ہے " لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار"
اس قسم کا کلام جس میں کمال کی نفی کی گئی ہو، اس صیغہ میں اس کثرت
سے مستعمل ہوتا ہے کہ وہ تقریباً حقیقت بن گیا ہے۔

تیسری حدیث میں لفظ لیس منا سے یہ بھی ممکن ہے کہ لفظ "نا"
سے تمام مسلمان مراد ہوں اور حرف من ابتداء و غایت کے لئے ہو تو یہ
معنیٰ ہوں گے کہ جو شخص ہمارے چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی توقیر
نہیں کرتا وہ جماعت المسلمین سے نکل جاتا ہے۔ جیسا کہ امام الدین
رام نگری صاحب فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے :-

" جو مسلمان چھوٹوں سے محبت اور بڑوں سے عزت کا
سلوک نہیں کرتا وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے"

مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ من اتصالیہ ہو جیسے علی منی وانا منہ
اور جیسے الاشعرون منی وانا منھم وغیرہ احادیث میں اور آیت
المنافقون والمنافقات بعضھم من بعضھم" میں، تو یہ معنی ہونگے
ایسے لوگ جو کہ ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتے اور ہمارے بڑوں کی
توقیر نہیں کرتے وہ ہمارے متصل اور قریب نہیں ہیں۔ یعنی ہمارے

مخصوصین اور مقربین سے نہیں ہیں۔
یا یہاں مجاز بالحذف ہو یعنی "لیسوا من خواصنا، احبابنا
اس صورت میں "نا" سے عموم مسلمانوں کا مراد نہ ہوگا۔ اول معنی میں
حقیقت ہوگا اور ثانی معنی متعارف۔ چنانچہ شرح حدیث من غشنا
فلیس منا (جس نے ہم کو دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں) میں فرماتے
ہیں "لیس من اخلاقنا ولا علیٰ سنتنا"۔ یعنی وہ ہمارے اخلاق اور
ہمارے طریقہ پر نہیں ہے) اور شرح حدیث من انتھب نہبۃ فلیس
منا (جس نے کسی چیز کو لوٹ لیا وہ ہم میں سے نہیں ہے) میں فرماتے ہیں:
من جماعتنا وعلیٰ طریقتنا۔ ہماری جماعت میں سے اور ہمارے طریقے
پر نہیں ہے۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس۔

بہرحال ان تینوں احادیث میں وہ معانی اور مطالب جو کہ رام نگری
صاحب فرماتے ہیں، متعین نہیں ہیں۔ ہر ایک میں متعدد معانی محتمل ہیں
بلکہ رام نگری صاحب کے ذکر کردہ معانی کے خلاف قرائن اور شواہد ایسے
موجود ہیں جن کی وجہ سے ان کا تعین ضروری ہے، بخلاف مودودی صاحب
کی عبارات منقولۂ بالا کے۔ مودودی صاحب نے اس قدر تاکیدی کلمات،
حصری اور تخصیصی الفاظ بھر دیئے ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے مجاز،
کنایہ، استعارات کی رگیں یک قلم کٹ جاتی ہیں اور وہی معانی

متبعین ہو جاتے ہیں جو کہ حدودِ شرعیہ سے متجاوز ہیں اور جو خوارج اور معتزلہ کا مذہب ہے۔ اور جو کہ آیات صریحہ اور احادیث صحیحہ اور مذہب اہل سنت والجماعت کے بالکل خلاف ہیں۔

عبارات مذکورہ میں معمولی سمجھ والا انسان اگر تامل کرے گا تو اس کو ظاہر ہو جائے گا کہ ان میں کوئی گنجائش تاویل کی نہیں ہے اور نہ انکو تغلیظ اور زجر پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ قتال مرتدین جس کو مودودی صاحب تارکین ادائے زکوٰۃ پر محمول فرما کر استدلال میں پُر زور طریقہ پر پیش فرما رہے ہیں، تغلیظ پر محمول کیا جا سکتا ہے اور قتل و قتال کی اجازت کا سبب بن سکتا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مودودی صاحب ان تارکین فرائض کو اگرچہ وہ جحود و استحلال کے مرتکب نہ ہوں، ایسا کافر قرار دیتے ہیں کہ جن کے تمام اقرارات عقائد، اعمال صالحہ بالکل خبط ہو جاتے اور سب بیکار اور لغو بن جاتے ہیں۔ ان کا اسلوب و انداز ہرگز وہ نہیں ہے جو کہ تغلیظی اور زجری کلمات کا ہوتا ہے اور نہ ان کا وہ مدلول ہے جو ایسے کلمات کا ہونا چاہیئے۔ رام نگری صاحب اور مودودی صاحب اور ان کے متبعین کا فرض ہے کہ اگر ان کا عقیدہ خوارج اور معتزلہ کا نہیں ہے اور وہ واقع میں اہل سنت والجماعت کے عقیدہ پر ہیں تو علانیہ طور

پر بغیر کسی قسم کی جھجک کے اعلان فرمائیں اور ان عبارات کو خطبات سے نکال کر مناسب عبارات درج فرمائیں۔ جیسا کہ اہلِ حق کا فریضہ ہے اور ہمیشہ بڑے سے بڑے ائمہ حق اس پر عمل پیرا رہے، ان کو اپنی غلطیوں سے رجوع کرنے میں کبھی نفسانیت اور انانیت مانع نہیں ہوئی اور یہ اسلاف کرام کی حق پرستی تھی۔ وَاللّٰہ الھَادی الیٰ صراط مستقیم۔

مرادِ ما نصیحت بود گفتیم حوالت با خدا کردیم رفتیم

مودودی صاحب کی خارجیت پر پردہ ڈالنے کے لئے رام نگری صاحب نے صفحہ ۱۰۱ "فتویٰ دیوبند کا تحقیقی جائزہ" میں ترجمان القرآن نومبر و دسمبر ۱۹۴۵ء سے ایک طویل مقالہ مودودی صاحب کا نقل فرمایا ہے جس سے لوگوں کو دھوکا دیا گیا ہے کہ مودودی صاحب اس الزام سے بری اور پاکدامن ہیں۔ مگر ذرا بہ نظر غائر اگر دیکھا جائے تو یہ عبارت ان کے خارجی العقیدہ ہونے کی روشن دلیل ہے۔ اولاً فرمایا جاتا ہے:-

"اس میں شک نہیں کہ معصیت ایمان کی ضد ہے۔"

یہ قول خوارج کا ہے کہ "معصیت ایمان کی ضد ہے" ان کے نزدیک چونکہ مرتکب کبیرہ اور مخل بالا عمال (تارک عمل) کافر ہے تو جب بھی معصیت پائی جائے گی، کفر موجود ہو جائیگا اور ایمان جاتا رہیگا مگر اہلِ سنت والجماعت کے یہاں معصیت کے ارتکاب سے کفر نہیں لازم

آتا تو مرتکب کبیرہ اور مخل بالایمان عاصی بھی ہوگا اور مومن بھی ہوگا. اگر معصیت ضد ایمان ہوتی" تو ضدین جمع کیسے ہوتے؟ البتہ ان کے اہل سنت والجماعت کے نزدیک معصیت ضد طاعت ضرور ہے جن کے اجتماع کا امکان نہیں اس لئے معصیت اور ایمان تو جمع ہو سکتے ہیں مگر معصیت اور اطاعت جمع نہیں ہو سکتے.

پھر فرمایا جاتا ہے:-

"لیکن مجردِ معصیت خواہ وہ کتنی ہی بڑی ہو لازماً ایمان کے مستقل طور پر سلب ہو جانے کی موجب نہیں ہوتی"

یہی تو قول خوارج کا ہے کہ معصیت کے ارتکاب سے انسان کافر ہو جاتا ہے مگر مستقل طور پر نہیں ہوتا. توبہ تک کافر رہتا ہے. توبہ کرنے سے اس کا ایمان آجاتا ہے، جیسا کہ آگے فرماتے ہیں:-

"کافر کی طرح مومن سے بھی بڑے سے بڑا گناہ سرزد ہو سکتا ہے، البتہ جو چیز مومن کے گناہ اور کافر کے گناہ میں فرق کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ مومن جب گناہ کرتا ہے تو عین حالت گناہ میں تو ایمان اس سے نکلا ہوا ہوتا ہے لیکن جب وہ شہواتِ نفس کے اس غلبہ اور نادانی کے اس پردے سے جو عارضی طور پر اس کے قلب پر پڑ گیا تھا

باہر نکل آتا ہے تو اس کو شرمساری لاحق ہوتی ہے، خدا
سے نادم ہوتا ہے، آخرت کی سزا کا خوف کرتا ہے اور کوشش
کرتا ہے کہ پھر اس سے ایسی حرکت کا ارتکاب نہ ہو، اس قسم
کی معصیت خواہ کتنی ہی بڑی ہو، آدمی کو کافر نہیں بناتی،
صرف گناہگار بناتی ہے اور توبہ اس کو ایمان کی طرف
واپس لے آتی ہے۔"

یہی تو بعینہ خوارج کا مذہب ہے کہ ارتکاب معصیت سے ایمان
نکل جاتا ہے اور جب تک توبہ نہ کی جائے نکلا ہوا رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ
جب تک وہ نکلا ہوا رہے گا یہ مرتکب بے ایمان رہے گا اور جب تک
ایمان واپس نہیں آئے گا وہ کافر ہی رہے گا اور واپسی بغیر توبہ ار جو کہ
شرمساری اور ندامت ہی ہے) نہیں ہو سکتی۔

اس سے صاف یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اگر وہ مسلمان مرتکب کبیرہ
جس کو بعدِ معصیت ندامت اور شرمساری، توبہ اور انابت کی نوبت
نہیں آئی، اور مر گیا تو کافر مرے گا اور مخلد فی النار ہوگا۔ یہی مذہب
خوارج کا ہے۔ اہل سنت والجماعت کا مذہب ایسے شخص کیلئے
یہ ہے کہ خداوندی مشیت کے ماتحت ہے۔ حسب جرم عذاب مدت
استحقاق تک دیا جائے یا شفاعت اہلِ شفاعت اس کے حق میں

عقدہ کشا ہو جائے یا رحم اور فضل خداوندی اس کی دستگیری اور مدد فرمائے
بہر حال وہ ایک نہ ایک وقت نجات ضرور پائیگا، مخلد فی النار ہرگز نہ ہوگا۔

شرح بخاری جلد ۱، صفحہ ۷۸ میں ہے :-

قولہ ولا یشرب الخمر حین یشربہا وھو مومن قال ابن بطال ھذا اشد ما ورد فی شرب الخمر وبہ تعلق الخوارج فکفروا مرتکب الکبیرۃ عامدا عالما بالتحریم وحمل اہل السنۃ الایمان ھنا علی الکامل۔	سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "ولا یشرب" الخ ابن بطال فرماتے ہیں کہ شراب نوشی کے متعلق جس قدر وعیدیں وارد ہوئی ہیں، یہ ان میں شدید ترین وعید ہے اور اسی سے خارجی لوگ استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حرمت سے واقف ہو کر عمداً جو گناہ کبیرہ کا

مرتکب ہوگا وہ کافر ہے اور اہل سنت والجماعت نے کہا ہے کہ
اس حدیث میں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے نہ کہ اصل ایمان۔
حالانکہ یہ دونوں امر اول یہ کہ ایمان اس سے بالکل نکل جاتا اور
بے تعلق ہو جاتا ہے اور دوم یہ کہ صرف توبہ اس کو واپس کرتی ہے) غلط ہیں
ترمذی، ابوداؤد، مستدرک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :-

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا زنی العبد خرج منہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ زنا کرتا ہے تو اس سے

الایمان وکان فوق راسه کالظلہ فاذا خرج من ذلک العمل رجع الیہ الایمان۔	اس کا ایمان نکل کر اس کے سر پر مثل سائبان کے سایہ فگن ہو جاتا ہے اور جب وہ اس عمل سے فارغ ہو جاتا ہے تو اس کی طرف ایمان واپس آ جاتا ہے۔

(صححہ الحاکم وقال علی شرطہما ووافقہ الذہبی والمنذری)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ایمان مرتکب کبیرہ سے بوقت معصیت بالکل بے تعلق نہیں ہوتا بلکہ وہ مسلمان گناہگار پر مثل سائبان سایہ گستر رہتا ہے۔

شارحِ مشکوٰۃ اس حدیث کی شرح میں کہتے ہیں:۔

وفیہ ایماء بان المؤمنَ فی حالۃ اشتغالہ بالمعصیۃ یصیر کالفاقد للایمان لکن لایزول حکمہ واسمہ بل ھو بعد فی ظل رعایتہ وکنف برکتہ اذا نصب فوقہ کالسحابۃ تظلہ	اور اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ بیشک مومن معصیت میں مشغول ہونے کے وقت ایسا ہوتا ہے جیسے ایمان کھونے والا۔ لیکن ایمان کا حکم اور اس کا نام زائل نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اس کی نگہبانی کے سایہ اور برکت کی پناہ میں شمار ہوتا ہے جبکہ

فاذا نزع من معصیۃ عاد الایمان الیہ۔

(ج ۱، ص ۱۱)

اس کے اوپر اس کو قائم کر دیا جائے تاکہ اس پر سایہ کرلے پس جب اپنی نا فرمانی سے فارغ ہو جاتا ہے تو اس کی طرف ایمان واپس آجاتا ہے۔

اور یہ اس کا نکلنا بھی فقط اسی وقت تک رہتا ہے جب تک وہ گناہ میں مشغول رہے، جب وہ اس گناہ سے نکل جاتا ہے تو ایمان لوٹ آتا ہے۔ اس کا لوٹنا توبہ ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ فعل گناہ کے ختم ہوتے ہی پھر واپس آجاتا ہے، جیسا کہ حدیث مذکور میں "اذا فرغ" (جب فارغ ہو جائے) سے ظاہر ہے۔

نیز مودودی صاحب کا یہ فرمانا کہ :-

"مومن جب گناہ کرتا ہے تو عین حالت گناہ میں تو ایمان اس سے نکلا ہوا ہوتا ہے۔"

اور پھر فرمانا :-

"اور توبہ اس کو ایمان کی طرف واپس لے آتی ہے۔"

یہ بھی اہل سنت کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ امام بخاری ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔

"ینزع منہ نور الایمان ۔ اس سے ایمان کا نور

نکل جاتا ہے. یعنی نفسِ ایمان نہیں نکلتا جیساکہ خوارج کہتے ہیں۔
اور وہی مودودی صاحب لکھ رہے ہیں۔

دوسرے شراحِ حدیث فرماتے ہیں.

اصحابنا اولوه بان المراد	ہمارے اصحاب نے اس کی تفسیر یہ کی
المومن الکامل فی ایمانہ	ہے کہ اس سے مراد وہ مومن ہے
	جو اپنے ایمان میں کامل ہو.

یعنی اس کا کمالِ ایمانی نکل جاتا ہے.

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس کا امن عذابِ الٰہی سے نکل جاتا
ہے (یعنی وہ عذابِ الٰہی سے محفوظ نہیں رہتا)

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس کا مطیع خدا دندی ہونا نکل جاتا
ہے (یعنی خدا کا مطیع اس وقت نہیں رہتا)

بعض فرماتے ہیں کہ اس کا سوءِ عاقبتہ سے مامون ہونا نکل جاتا
ہے. وغیرہ وغیرہ.

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد ا ص۱۰۵)

جب حدیث میں اتنے معانی کا احتمال ہے تو کسی ایک معنی کو اپنے
اجتہاد فاسد سے متعین کرکے عام مسلمانوں پر قطعی حکم لگانا علمی دنیا میں
مضحکہ خیز ہے۔

الغرض جو مضمون مودودی صاحب نے اس جگہ ذکر فرمایا ہے اس نے صاف طور پر واضح کر دیا کہ ان کا مسلک وہی ہے جو کہ خوارج کا ہے مگر اس دھینگا دھینگی اور آنکھوں میں دھول ڈالنے کو کیا کہا جائے کہ ترجمان القرآن ستمبر ۱۹۵۱ء میں فرماتے ہیں (عبارت مذکورہ بالا کے بعد) :-

"غور کیجئے جو لوگ اس قدر صاف اور صریح بیان کے باوجود مجھ پر الزام لگاتے ہیں کہ میں خوارج کی طرح گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو کافر قرار دیتا ہوں وہ کتنا بڑا جھوٹ بولتے ہیں اور اسے پھیلا کر کتنا بڑا وبال اپنے سر لیتے ہیں" الخ

ناظرین ذرا انصاف کریں کہ جھوٹ کون بولتا ہے۔ مودودی صاحب یا اُن کے وہ حقیقی خیر خواہ جو اُن کی غلطیوں پر ان کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں اور انکی اصلاح کے خواہشمند ہیں۔

اس کے بعد ان کی اندھی تقلید کرنیوالے مولانا امام الدین صاحب رام نگری کے ارشاد کو اسی صفحہ ۱۰۱ میں ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں :-

"کیا مولانا مودودی کی ان تصریحات کے بعد بھی کوئی

حق پسند مولانا مودودی اور ان کے موئدین کے متعلق یہ
کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ وہ اہلِ سنت کے مسلمہ عقیدہ
سے الگ کوئی عقیدہ رکھتے ہیں۔ لیکن ضد اور ناحق کوشی
کا برا ہو کہ ہمارے علماءِ کرام اور مفتیانِ عظام اپنی بے
اصل اور غلط رائے پر جمے ہوئے ہیں جو خود ان کے
خلاف ایک شہادت ہے اور انھیں تہمت تراشی اور
افترا پردازی کا مجرم ثابت کر رہی ہے۔"

ناظرین غور فرمائیں کہ اس تمام کلام کے مصداق آیا اندھی تقلید
کرنیوالے رام نگری صاحب اور ان کے امام اعظم مودودی صاحب
ہیں یا ان کے حقیقی خیر خواہ؟

وَالَی اللّٰہِ المشتکیٰ ؎

ننگ اسلاف

حسین احمد غفرلہٗ

اکتوبر ۱۹۵۳ء

صفر ۱۳۷۳ھ

الکفر والایمان

طائفۂ منصورہ

تذکرۃ النعمان

حضرت شیخ الہند
حیات اور کارنامے

اسلام اور قادیانیت
کا
تقابلی مطالعہ

علم و علماء

دارالعلوم دیوبند ابتدائی نقوش

مجموعہ ہفت رسائل

مجموعہ رسائل